قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ
الفضل لندن
مدیر۔ابو سعید

Online Edition

جمعۃ المبارک 28/ اگست 2020ء | 09/ محرم الحرام 1442 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:204

ارشادِ باری تعالیٰ

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔

(الأحزاب 34)

ترجمہ: اے اہل بیت یقیناً اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی آلائش دور کر دے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر دے۔

فرمانِ رسول ﷺ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں: حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ: کہ حسین مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ أَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا: یعنی اللہ اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ، باب مناقب الحسن و الحسین)

آپؐ فرماتے ہیں:۔

اے لوگو میں ایک انسان ہوں، عنقریب میرے پروردگار کا فرستادہ میرے پاس آجائے گا اور مجھے اس کی بات ماننا ہوگی، إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ: کہ میں تمہارے درمیان دو اہم چیز میں چھوڑے جارہا ہوں ان میں سے پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، تم اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور اس کے مطابق فیصلہ کرو، آپؐ اس بات پر رغبت دلاتے اور ابھارتے رہے۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔

(سنن الدارمی، فضائل القرآن، فضل من قرأ القرآن)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الحَسَنُ وَالحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الجَنَّةِ۔

ترجمہ: ’’حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حسن وحسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں‘‘۔

(جامع الترمذی کتاب المناقب)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

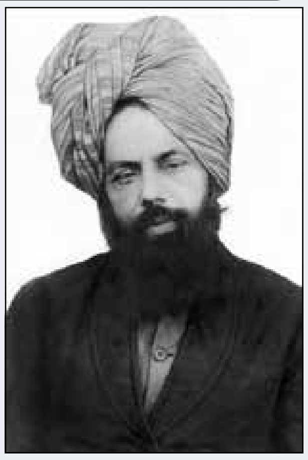

حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ سرداران بہشت میں سے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’مَیں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دُنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے۔مومن بنا کوئی امر سہل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نسبت فرماتا ہے قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَ لٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا (الحجرات: 15) مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں۔جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو غذا کے لئے اختیار کرتے اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بُت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمالِ فاسقانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو سب سے اپنے تئیں دُور تر لے جاتے ہیں۔ لیکن بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔ دُنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔ مگر حسینؓ طاہر مطہّر تھا اور بلاشبہ وہ اُن برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلبِ ایمان ہے اور اس امام کی تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر، استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ میں ایک خوب صورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دُنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کا قدر مگر وہی جو اُن میں سے ہیں۔ دُنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کرسکتی کیونکہ وہ دُنیا سے بہت دُور ہیں۔ یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسینؓ سے بھی محبت کی جاتی۔غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسینؓ کی تحقیر کی جائے اور جو شخص حسینؓ یا کسی بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جلّشانہ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے‘‘۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 544 تا 546۔اشتہار نمبر 263)

اس شمارہ میں

- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا عظیم مقام و مرتبہ
- نعت سرور کائنات حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- سانحہ کربلا کا پس منظر اور واقعات
- حضرت امام حسینؓ کی قربانی پر اسلام ناز کرتا ہے
- واقعہ کربلا

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

محرم اور حضرت امام حسینؓ

10؍ دسمبر 2010ء بمطابق 10 فتح 1389 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

حضرت مصلح موعودؓ کا ایک شعر ہے کہ ۔

وہ تم کو حسین بناتے ہیں اور آپ یزیدی بنتے ہیں
یہ کیا ہی سستا سودا ہے دشمن کو تیر چلانے دو

یہ حضرت مصلح موعودؓ کی ایک لمبی نظم کا شعر ہے جس میں جماعت کو صبر اور حوصلہ اور استقامت کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ نظم آپ نے 1935 میں کہی تھی جب جماعت پر شورشوں کا زور تھا۔ بہر حال اس وقت مَیں اس نظم کے حوالے سے تو مضمون نہیں بیان کر رہا۔ اس شعر کے حوالے سے بات کروں گا۔ اس شعر سے اسلام کی تاریخ کا ایک دردناک اور ظلم کی انتہا کا واقعہ ہر مسلمان کی نظر میں آتا ہے۔ لیکن اس اندوہناک اور دردناک واقعہ کی حقیقت کا صحیح ادراک وہی کرسکتا ہے جو ظلموں کی چکّی میں پیسا جا رہا ہو۔ اس واقعہ پر ہمدردی اور غم اور افسوس کا اظہار تو بے شک ہر مسلمان کرتا ہے اور شیعہ صاحبان ہر سال محرم کے مہینے میں اس کا اظہار بھی اپنے طریقے کے مطابق کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور گو اس میں ہمارے نزدیک غلوّ کی حد تک بھی چلے جاتے ہیں لیکن بہر حال ان کا ایک اپنا اظہار ہے۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا اس ظلم کی حقیقت کو وہی سمجھ سکتا ہے جو ظلموں میں سے گزر رہا ہو اور آج اس زمانہ میں جماعت احمدیہ سے زیادہ کون واقعہ کربلا کا احاطہ اور تصور کرسکتا ہے۔ اس لئے حضرت مصلح موعود نے فرمایا کہ وہ تم کو حسین بناتے ہیں اور آپ یزیدی بنتے ہیں۔ یہ دونوں فریق کون تھے؟ یہ دونوں کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھنے والے تھے یا پڑھنے کا دعویٰ کرنے والے تھے۔ لیکن ایک کلمہ کی حقیقت کو جانتے ہوئے مظلوم بنا اور دوسرا کلمہ کا پاس نہ کرتے ہوئے ظالم بنا۔ واقعہ کربلا بھی جس میں حضرت امام حسینؓ، آپ کے خاندان کے افراد اور چند ساتھیوں کو ظالمانہ طور پر شہید کیا گیا، اصل میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کے واقعے کا ہی ایک تسلسل ہے۔ جب تقویٰ میں کمی ہونی شروع ہو جائے، ذاتی مفادات اجتماعی مفادات پر حاوی ہونا شروع ہو جائیں، دنیا دین پر مقدم ہو جائے تو پھر یہی کچھ ہوتا ہے کہ ظلم و بربریت کی انتہا کی جاتی ہے۔ اللہ والوں کا اللہ کے نام پر ہی خون بہایا جاتا ہے۔ یہ کتنی بدنصیبی ہے کہ کلمہ گو ہی کلمہ گوؤں کو ظلم و تعدّی کا نشانہ بنا رہے ہوں، زیادتیوں اور دکھوں کا نشانہ بنا رہے ہوں حتیٰ کہ معصوموں کا خون، بچوں کا خون بہانے سے بھی گریز نہ کیا جا رہا ہو۔ خدا کے اور رسول کے نام پر خدا اور رسول پر جان، مال اور عزت قربان کرنے والوں کو دکھوں، تکلیفوں اور مصائب کا نشانہ بنایا جا رہا ہو۔ اس سے بڑھ کر ان لوگوں کی کیا بدنصیبی ہوسکتی ہے؟ جو خدا اور رسول کے نام پر ظلموں کا بازار گرم کرتے ہوئے یہ ظلم کر رہے ہوتے ہیں یا ظلموں کا یہ بازار گرم کرتے ہیں، قرآنِ کریم ایسے لوگوں کی بد حالت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (النساء: 94) اور جو شخص کسی مومن کو دانستہ قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہوگی وہ اس میں لمبے عرصے تک رہتا چلا جائے گا اور اللہ کا غضب اس پر نازل ہوگا اور اُسے اپنی جناب سے اللہ دور کر دے گا، اپنے سے دور ہٹا دے گا۔ یعنی لعنت برسائے گا، اور اس کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کے لئے ناراضگی کی انتہا کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ پھر یہ نہیں کہ جہنم میں ڈالا جائے گا بلکہ لمبے عرصے تک جہنم اس کا ٹھکانہ ہے اور پھر اللہ کا غضب اس پر برستا رہے گا اور اللہ کی لعنت کا مورد بنتا رہے گا۔ یہ جہنم، یہ اللہ کا غضب، یہ اللہ تعالیٰ کی لعنت، یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ بہت بڑا عذاب ہے۔ یہ عذابِ عظیم ہے۔ اس سے زیادہ بڑی بدنصیبی اور کیا ہوسکتی ہے کہ کلمہ گو ہونے کے باوجود ایک شخص جہنم کی آگ میں پڑ کر مسلسل اللہ تعالیٰ کے غضب اور لعنت اور بہت بڑے عذاب میں گرفتار ہو۔ پس جو اپنے مفادات اور دنیاوی ہوا و ہوس کے لئے ایسے ظالمانہ فعل کرتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی انتہائی ناراضگی کا موجب بن رہے ہوتے ہیں۔ اور مظلوم اس قتل کے نتیجے میں اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (سورۃ آل عمران آیت 170) کا اعزاز پاتے ہیں۔ وہ اپنے رب کے حضور زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ یہ سلوک اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے۔ پس جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہے اور اپنے رب سے جنتوں کا رزق پا رہا ہو، اس کے لئے اس سے بڑا اور کیا انعام ہوسکتا ہے۔ اور حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ جو تھے ان کے بارہ میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’وہ جنت کے جوانوں کے سردار ہوں گے‘‘۔ (المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ ومن مناقب الحسن والحسین ابنی بنت رسول اللہ ﷺ حدیث: 4840)

اور ان دونوں کے لئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! مَیں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔ (سنن الترمذی کتاب المناقب باب 104/000حدیث: 3782)

پس جو اس حد تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں سے فیض پانے والا ہو اور پھر اُس پر یہ کہ شہادت کا رُتبہ بھی پا جائے وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق جنت کے اعلیٰ رزقوں کا وارث بنتا ہے اور بنا۔ اور آپ کے قاتل یقیناً اللہ تعالیٰ کا غضب پانے والے ہوئے۔

یہ مہینہ یعنی محرّم کا مہینہ جس کے پہلے عشرے سے ہم گزر رہے ہیں، اس میں آج سے چودہ سو سال پہلے دس تاریخ کو ظالموں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیارے کو شہید کیا تھا جس کی داستان سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان ظالموں کو یہ خیال نہ آیا کہ کس ہستی پر ہم تلوار اٹھانے جا رہے ہیں۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا جب ایمان مفقود ہو جائے تو پھر سب جذبات اور احساسات مٹ جاتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا خوف ختم ہو جائے تو پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ کس بندے کا خدا تعالیٰ کی نظر میں یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں کیا مقام ہے؟ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کس طرح ہوئی اور اس کے بعد آپ کی نعشِ مبارک سے کیا سلوک کیا گیا؟ یہ واقعہ سُن کر انسان اس یقین پر قائم ہو جاتا ہے کہ شاید ظاہر میں تو وہ لوگ کلمہ پڑھتے ہوں لیکن حقیقت میں انہیں خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین نہیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسانی قدروں کو قائم فرمانے آئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگوں کے بھی کچھ اصول و ضوابط بتائے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآنِ کریم میں دشمنوں کے لئے انصاف اور حدّ اعتدال میں رہنے کی تلقین فرمائی۔ اور دشمن بھی ایسے دشمن جو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے کے درپے تھے۔ ان سے بھی جنگ کی صورت میں ان کے قتل ہو جانے پر عربوں کے رواج کے مطابق جو مُثلہ اور لاشوں کی بے حرمتی کا رواج تھا، اس سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم کتاب الجہاد و السیر باب تأمیر الامام الامراء علی البعوث... حدیث نمبر 4522)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ان تمام بد عادات اور روایات کو ختم کرنے آئے تھے جن سے انسانی قدریں پامال ہوتی ہیں۔ آپؐ نے تو کفار سے بھی عفو اور نرمی کا سلوک فرمایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے اس پیارے رسول کے پیارے نواسے جس کے لئے آپؐ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تُو بھی اس سے محبت کرنا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ جو میرے ان نواسوں سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرے گا اور جو مجھ سے محبت کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے جنت میں جائے گا اور اسی طرح ناپسندیدگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لے گا۔ (ماخوذ از المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ ومن مناقب الحسن والحسین ابنی بنت رسول اللہ ﷺ حدیث: 4838)

جن کو کسی سے صحیح عشق اور محبت ہو، وہ اس کے پیاروں کو بھی پیارا رکھتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ایک طرف تو عشق کا دعویٰ ہو اور جو اُس معشوق کے محبوب، اُن کی اولادیں ہوں، اُن سے نفرت ہو۔ یا کسی سے عشق کا دعویٰ کر کے اُس کی زندگی میں تو اس کے پیاروں کو پیارا رکھا جائے لیکن آنکھیں بند ہوتے ہی پیاروں سے پیار کے دعوے دھرے کے دھرے رہ جائیں، سب کچھ ختم ہو جائے۔ یہ دنیا داروں کا طریق تو ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے والوں کا نہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی خلافت کے زمانے میں کہیں جا رہے تھے تو راستے میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نواسے کو بچوں میں کھیلتے دیکھ کر کندھے پر بٹھا لیا اور پیار فرماتے ہوئے فرمایا: میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بہت پیارا تھا۔ اس لئے مَیں اس کو پیار کر رہا ہوں۔ (ماخوذ از اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر لفظ ’’الحسن بن علیؓ جلد 8۔ صفحہ نمبر 251 دانشگاہ پنجاب لاہور۔ 2003ء)

تو یہ ہیں وفاؤں اور پیار کے قرینے اور سلیقے۔ لیکن کربلا میں آپ سے کیا سلوک ہوا؟ جس تعلیم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے اس کی پامالی کس طرح ہوئی؟ روایات میں آتا ہے کہ جب آپ کے لشکر پر دشمنوں نے غلبہ پا لیا تو آپؓ نے (حضرت امام حسین نے) اپنے گھوڑے کا رُخ فرات کی طرف (دریا کی طرف) کیا۔ ایک شخص نے کہا کہ ندی اور ان کے درمیان حائل ہو جاؤ۔ چنانچہ لوگوں نے آپ کا راستہ روک لیا اور دریا تک نہ جانے دیا۔ اُس شخص نے آپ کو ایک تیر مارا جو آپ کی ٹھوڑی کے نیچے پیوست ہوگیا۔ راوی آپ کی جنگ کی حالت کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ عمامہ باندھے، وسمہ لگائے ہوئے پیدل اس طرح قتال کر رہے

تھے، جنگ کر رہے تھے جیسے کوئی غضب کا شہسوار تیروں سے بچتے ہوئے حملہ کرتا ہے۔ مَیں نے شہادت سے قبل آپؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ کی قسم! میرے بعد بندگانِ خدا میں سے تم کسی بھی ایسے بندے کو قتل نہیں کرو گے جس کے قتل پر میرے قتل سے زیادہ خدا تم سے ناراض ہو۔ واللہ مجھے تو یہ امید ہے کہ اللہ تمہیں ذلیل کر کے مجھ پر کرم کرے گا۔ پھر میرا انتقام تم سے اس طرح لے گا کہ تم حیران ہو جاؤ گے۔ اللہ کی قسم! اگر تم نے مجھے قتل کیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان جنگ کے سامان پیدا کر دے گا اور تمہارا خون بہایا جائے گا اور اللہ اس پر بھی راضی نہیں ہو گا یہاں تک کہ تمہارے لئے عذابِ الیم کو کئی گنا بڑھا دے۔

یہ مَیں بیان کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کو شہید کرنے کے بعد کس طرح سلوک کیا؟ کوفیوں نے خیموں کو لوٹنا شروع کر دیا حتیٰ کہ عورتوں کے سروں سے چادریں تک اتارنا شروع کر دیں۔ عمرو بن سعد نے منادی کی کہ کون کون اپنے گھوڑوں سے حضرت امام حسین کو پامال کرے گا؟ یہ سن کر دس سوار نکلے جنہوں نے اپنے گھوڑوں سے آپؑ کی نعش کو پامال کیا یہاں تک کہ آپ کے سینے اور پشت کو چُور چُور کر دیا۔ اس لڑائی میں حضرت امام حسینؓ کے جسم پر تیروں کے 45 زخم تھے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق تینتیس زخم نیزے کے اور تینتالیس زخم تلوار کے تھے اور تیروں کے زخم ان کے علاوہ تھے۔ اور پھر ظلم کی یہ انتہا ہوئی کہ حضرت امام حسینؓ کا سر کاٹ کر، جسم سے علیحدہ کر کے اگلے روز عبید اللہ بن زیاد گورنر کوفہ کے پاس بھیجا گیا اور گورنر نے حضرت امام حسینؓ کا سر کوفہ میں نصب کر دیا۔ اس کے بعد زحر بن قیس کے ہاتھ یزید کے پاس سر بھیج دیا گیا۔ (ماخوذ از تاریخ الطبری جلد 6 صفحہ 243 تا 250۔ خلافۃ یزید بن معاویہ۔ دارالفکر بیروت 2002ء) (ماخوذ از تاریخ اسلام از اکبر شاہ خان نجیب آبادی۔ صفحہ 51 تا 78۔ نفیس اکیڈیمی کراچی ایڈیشن 1998ء)

تو یہ سلوک تھا جو آپؓ کے شہید کرنے کے بعد آپؓ کی نعش سے کیا گیا۔ اس سے ظالمانہ سلوک اور کیا ہو سکتا ہے؟ آپ کی لاش کو کچلا گیا۔ سر تن سے جدا کیا گیا۔ اس طرح لاش کی بے حرمتی شاذ ہی کوئی خبیث ترین دشمن کسی دوسرے دشمن کی کرسکتا ہو، نہ کہ ایک کلمہ پڑھنے والا، اپنے آپ کو اس رسول سے منسوب کرنے والا جس نے انسانی قدروں کے قائم رکھنے کی اپنے ماننے والوں کو بڑی سختی سے تلقین فرمائی ہے۔ پس یقیناً اس عمل سے ایسا فعل کرنے والوں کی ہوس باطنی کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ لوگ دنیا دار تھے اور اپنے مقاصد کے حصول کے لئے تمام حدیں پھلانگ سکتے تھے اور انہوں نے پھلانگیں۔ دین سے اُن کا ذرہ بھی کوئی واسطہ نہیں تھا۔ ان کی دنیا داری کو ہی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسوس کر کے یزید کی بیعت سے انکار کیا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ''حضرت امام حسینؓ نے پسند نہ کیا کہ فاسق فاجر کے ہاتھ پر بیعت کروں کیونکہ اس سے دین میں خرابی ہوتی ہے''۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 580 مطبوعہ ربوہ)

پھر فرمایا ''یزید پلید کی بیعت پر اکثر لوگوں کا اجماع ہو گیا تھا مگر امام حسینؓ نے اور ان کی جماعت نے ایسے اجماع کو قبول نہیں کیا اور اس سے باہر رہے''۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 178 خط بنام مولوی عبد الجبار مطبوعہ ربوہ)

لیکن بیعت نہ کرنے کے باوجود حضرت امام حسینؓ نے صلح کی کوشش کی تھی اور جب آپ نے دیکھا کہ مسلمانوں کا خون بہنے کا خطرہ ہے تو اپنے ساتھیوں کو واپس بھیج دیا۔ انہوں نے کہا تم جو جاسکتے ہو مجھے چھوڑ کر جاؤ۔ اب یہ اور حالات ہیں۔ جو چند ایک آپ کے ساتھ رہنے پر مصر تھے وہ تقریباً تیس چالیس کے قریب تھے یا آپ کے خاندان کے افراد تھے جو ساتھ رہے۔ پھر آپ نے یزید کے نمائندوں کو یہ بھی کہا کہ میں جنگ نہیں چاہتا۔ مجھے واپس جانے دو تا کہ میں جا کر اللہ کی عبادت کروں۔ یا کسی سرحد کی طرف جانے دو تا کہ میں اسلام کی خاطر لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں۔ یا پھر مجھے اسی طرح یزید کے پاس لے جاؤ تا کہ مَیں اسے سمجھا سکوں کہ کیا حقیقت ہے۔ لیکن نمائندوں نے کوئی بات نہ مانی۔ (تاریخ اسلام از اکبر شاہ خان نجیب آبادی۔ جلد 2 صفحہ 68 نفیس اکیڈیمی کراچی ایڈیشن 1998ء)

آخر جب جنگ ٹھونسی گئی تو پھر اس کے سوا آپ کے پاس بھی کوئی چارہ نہیں تھا کہ مرد میدان کی طرح مقابلہ کرتے۔ بہرحال یہ لوگ معمولی تعداد میں تھے جیسا کہ مَیں نے کہا، کل ستّر بہتّر افراد تھے اور ان کے مقابلے پر ایک بہت بڑی فوج تھی۔ یہ کس طرح ان کا مقابلہ کر سکتے تھے؟ بہرحال انہوں نے ایک صحیح مقصد کے لئے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے، اپنی جانیں قربان کر دیں اور ایک ایک کر کے شہید ہوتے گئے۔

اللہ تعالیٰ کے بدلے لینے کے بھی اپنے طریقے ہیں جیسا کہ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ میرا انتقام لے گا، اللہ تعالیٰ نے لیا۔ یزید کو عارضی کامیابی بظاہر حاصل ہوئی لیکن کیا آج کوئی یزید کو اس کی نیک نامی کی وجہ سے یاد رکھتا ہے؟ اگر نیک نامی کی وجہ سے جانا جاتا تو مسلمان اپنے نام بھی اس کے نام پر رکھتے لیکن آج کل کوئی اپنے بچے کا نام یزید نہیں رکھتا۔ وہ اگر جانا جاتا ہے تو اس نام سے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے استعمال فرمایا کہ ''یزید پلید''۔

حضرت امام حسینؓ کا ایک مقصد تھا۔ آپ حکومت نہیں چاہتے تھے۔ آپ حق کو قائم کرنا چاہتے تھے اور وہ آپ نے کر دیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کی بڑی اعلیٰ تشریح فرمائی ہے کہ وہ اصول جس کی تائید میں حضرت امام حسین کھڑے ہوئے تھے یعنی انتخابِ خلافت کا حق اہلِ ملک کو ہے، جماعت کو ہے۔ کوئی بیٹا اپنے باپ کے بعد بطور وراثت اس حق پر قابض نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ یہ اصول آج بھی ویسا ہی مقدس ہے جیسا کہ پہلے تھا بلکہ حضرت امام حسین کی شہادت نے اس حق کو اور بھی نمایاں کر دیا ہے۔ پس کامیاب حضرت امام حسین ہوئے نہ کہ یزید۔ (ماخوذ از 'کامیابی'۔ انوار العلوم جلد 10 صفحہ 589)

اور پھر قدرت کا ایک اور طریقے سے انتقام دیکھیں کہ کیسا بھیانک انتقام ہے۔ اس کے بارے میں بھی حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی کتاب 'خلافتِ راشدہ' میں ایک واقعہ کا ذکر کیا کہ تاریخ میں لکھا ہے کہ یزید کے مرنے کے بعد جب اس کا بیٹا تخت نشین ہوا، جس کا نام بھی اپنے دادا کے نام پر معاویہ ہی تھا تو لوگوں سے بیعت لینے کے بعد وہ اپنے گھر چلا گیا اور چالیس دن تک باہر نہیں نکلا۔ پھر ایک دن وہ باہر آیا اور منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے کہنے لگا کہ میں نے تم سے اپنے ہاتھ پر بیعت لی ہے مگر اس لئے نہیں کہ میں اپنے آپ کو تم سے بیعت لینے کا اہل سمجھتا ہوں بلکہ اس لئے کہ میں چاہتا تھا کہ تم میں تفرقہ پیدا نہ ہو اور اس وقت سے لے کر اب تک میں گھر میں یہی سوچتا رہا کہ اگر تم میں کوئی شخص لوگوں سے بیعت لینے کا اہل ہو تو میں یہ امارت اس کے سپرد کر دوں اور خود بری الذمہ ہو جاؤں مگر باوجود غور کرنے کے مجھے تم میں سے کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آیا۔ اس لئے اے لوگو! یہ اچھی طرح سُن لو کہ میں اس منصب کا اہل نہیں ہوں اور میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ میرا باپ اور میرا دادا بھی اس منصب کے اہل نہیں تھے۔ میرا باپ حسینؓ سے درجہ میں بہت کم تھا اور اُس کا باپ حسنؓ حسینؓ کے باپ سے کم درجہ رکھتا تھا۔ علیؓ اپنے وقت میں خلافت کا زیادہ حقدار تھا اور اس کے بعد بہ نسبت میرے دادا اور باپ کے حسنؓ اور حسینؓ خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ اس لئے میں اس امارت سے سبکدوش ہوتا ہوں۔ (خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 557-558)

اب دیکھیں، کس طرح بیٹے نے یہ باتیں کہہ کر اپنے باپ دادا کے منہ پر طمانچہ مارا ہے۔ اس لئے کہ خوفِ خدا تھا۔ اس لئے کہ اس میں تقویٰ کی کچھ رمق تھی۔ دنیا داروں کے ہاں بھی نیک اولاد اور حقیقت پسند اولاد، انصاف سے کام لینے والی اولاد پیدا ہوتی ہے۔ بہرحال پھر یہ کہا کہ اب یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے کہ جس کی چاہو بیعت کر لو۔ اس کی ماں پردے کے پیچھے اس کی تقریر سن رہی تھی۔ جب اس نے اپنے بیٹے کے یہ الفاظ سنے تو بڑے غصے سے کہنے لگی کہ کمبخت تو نے اپنے خاندان کی ناک کاٹ دی ہے اور اس کی تمام عزت خاک میں ملا دی ہے۔ وہ کہنے لگا جو سچی بات تھی وہ میں نے کہہ دی ہے، اب آپ کی جو مرضی ہو کہیں۔ چنانچہ اس کے بعد وہ اپنے گھر گیا۔ گھر میں ہی بیٹھا رہا۔ وہاں سے باہر نہیں نکلا اور چند دن گزرنے کے بعد ہی اس کی وفات ہو گئی۔ تو یہ اس بات کی کتنی زبردست شہادت ہے کہ یزید کی خلافت پر دوسرے لوگوں کی رضا تو الگ رہی، خود اس کا اپنا بیٹا بھی متفق نہ تھا۔ یہ نہیں کہ بیٹے نے کسی لالچ کی وجہ سے ایسا کیا ہو۔ یہ بھی نہیں کہ اس نے کسی مخالفت کے ڈر سے ایسا کیا ہو۔ بلکہ اُس نے اپنے دل میں سنجیدگی کے ساتھ غور اور فکر کرنے کے بعد یہی فیصلہ کیا کہ میرے دادا سے علیؓ کا حق زیادہ تھا اور میرے باپ سے حسنؓ اور حسینؓ کا حق زیادہ تھا اور میں اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ پس معاویہ کا یزید کو مقرر کرنا کوئی انتخاب نہیں کہلا سکتا۔ کسی کی ذلت کا اس سے بڑا اور کیا سامان ہو سکتا ہے کہ اولاد خود اپنے باپ کی حقیقت ظاہر کر کے اسے کمتر ثابت کر رہی ہو۔ پس حضرت امام حسین کی قربانی ہمیں بہت سے سبق دیتی ہے۔ آپ نے حق کے سامنے کھڑے ہو کر دنیا میں حق پھیلا دیا۔ اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے حق کو قائم فرمایا۔ ہمیں بھی دعاؤں کے ذریعے سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہنا چاہئے کہ وہ ہمیں ہمیشہ صراطِ مستقیم پر چلائے رکھے۔

ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حضرت مسیح کو امام حسین سے تشبیہ دی گئی ہے اور استعارہ در استعارہ کے الفاظ استعمال کئے۔ اس تشبیہ سے ظاہر ہے کہ آنے والا مسیح بھی یعنی مسیح موعود بھی اس تشبیہ سے حصہ لے گا۔ اس پر بھی ایک لحاظ سے امام حسین کی تشبیہ صادق آتی ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ انشاء اللہ ان باتوں کو نہیں دہرائے گا۔ (ماخوذ از ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 136-137 مطبوعہ ربوہ)

یہ الٰہی تقدیر ہے کہ وہ باتیں اب نہیں دہرائی جائیں گی جن سے اسلام کو ضعف پہنچا تھا۔ لیکن ہمیں دعاؤں کی طرف بہرحال توجہ دیتے رہنا چاہئے تا کہ ہم ان باتوں سے بچے رہیں جو ایمان میں ٹھوکر کا باعث بنتی ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اُن باتوں کو جو پہلے ہو چکی ہیں مسیح موعود کے زمانے میں نہیں دہرائے گا، ان میں ایک خلافت کا تسلسل بھی ہے۔ ایک طریق کار کے مطابق انتخاب خلافت بھی ہے اور اس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی بھی فرمائی تھی کہ مسیح و مہدی کے بعد یہ تسلسل بھی قائم رہے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ کس طرح یہ باتیں نہیں دہرائی جائیں گی؟ مثلاً یہ کہ اگر پہلا آدم جنت سے نکالا گیا تھا تو حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ میرا نام اللہ تعالیٰ نے آدم رکھا ہے تا کہ اولادِ آدم کے جنت میں جانے کا ایک نئے سرے سے انتظام ہو۔ پھر فرمایا کہ پہلے مسیح کو یہودیوں نے صلیب دی تھی تو میرا نام مسیح رکھ کر اللہ تعالیٰ نے صلیب کو توڑنے کا سامان مہیا فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ پہلی دفعہ کی ناکامی کو دوسری دفعہ کامیابی سے بدل لے گا۔ (ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 15 صفحہ 498-499 مطبوعہ ربوہ)

اگر پہلے حسین کو یزید نے حق گوئی کی وجہ سے شہید کیا تھا تو دوسرے حسین کی وجہ سے خدا تعالیٰ یزید کے لشکر کو شکست دے گا، انشاء اللہ۔ پس ہم تو اس ایمان پر قائم ہیں۔ پس اگر محرم کا مہینہ ہمیں کوئی سبق دیتا ہے تو یہ ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر ہمیشہ درود بھیجتے رہیں۔ زمانے کے امام کے مقاصد

کے حصول میں درود، دعاؤں اور اپنی حالتوں میں پاک تبدیلی پیدا کرتے ہوئے اپنا کردار ادا کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اور یزیدی صفت لوگوں کے سامنے استقامت دکھاتے ہوئے ہمیشہ ڈٹے رہیں۔ یقیناً اس مرتبہ یزید کامیاب نہیں ہوگا، بلکہ حسینی ہی کامیاب ہوں گے۔ استقامت کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہی ملتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ نے دعا اور صبر کا ارشاد فرمایا ہے۔صبر صرف ظلم کو برداشت کرنا ہی نہیں ہے۔ جو ہوجائے اس پر خاموش بیٹھے رہنا نہیں ہے۔ بلکہ مستقل مزاجی کے ساتھ نیک کام کو جاری رکھنا اور کسی بھی خوف اور خطرے سے بے پرواہ ہو کر حق کا اظہار کرتے چلے جانا، یہ بھی صبر ہے۔ پس حضرت امام حسینؓ نے جو حق کے اظہار کے نمونے ہمارے سامنے قائم فرمائے ہیں اسے ہمیں ہر وقت پکڑے رہنا چاہئے۔ اور اگر ہم اس پر قائم رہے تو ہم اس فتح اور کامیابی کا حصہ بنیں گے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مقدر ہے۔ انشاء اللہ۔ دعاؤں کی قبولیت کے لئے درود شریف بہت اہم چیز ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس طرف توجہ دلائی ہے۔ احادیث میں بھی اس کا بہت ذکر آتا ہے اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بھی درود کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس لئے ہمیں عموماً درود کی طرف متوجہ رہنا چاہئے اور اس مہینے میں خاص طور پر اس طرف توجہ رکھنی چاہئے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی اس کی خاص تحریک فرمائی تھی تو میں بھی اس کا اعادہ کرتے ہوئے یاد دہانی کرواتا ہوں کہ اس مہینے میں درود بہت پڑھیں۔ یہ جذبات کا سب سے بہترین اظہار ہے جو کربلا کے واقعہ پر ہوسکتا ہے، جو ظلموں کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد چاہنے کے لئے ہوسکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجا گیا یہ درود آپ کی جسمانی اور روحانی اولاد کی تسکین کا باعث بھی بنتا ہے۔ ترقیات کے نظارے بھی ہمیں نظر آتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیاروں سے پیار کا بھی یہ ایک بہترین اظہار ہے۔ اور اس زمانے میں آپ کے عاشقِ صادق مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقاصد کی تکمیل میں بھی یہ درود بے انتہا برکتوں کے سامان لے کر آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دنوں میں خاص طور پر درود پڑھنے کی، زیادہ سے زیادہ درود پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور پھر یہ درود جو ہے ہماری ذات کے لئے بھی برکتوں کا موجب بننے والا ہوگا۔ آخر میں میں حضرت امام حسینؓ کے بارہ میں، ان کے مقام کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس پڑھوں گا جس کو ہر احمدی کو ہمیشہ اپنے پیشِ نظر رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو کیا مقام دیا ہے؟

کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اطلاع دی تھی کہ حضرت امام حسینؓ کے مقام اور رُتبے کے بارہ میں کسی احمدی نے غلط بات کی ہے۔ تو اس پر آپؑ نے فرمایا کہ: ''مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض نادان آدمی جو اپنے تئیں میری جماعت کی طرف منسوب کرتے ہیں، حضرت امام حسینؓ کی نسبت یہ کلمات منہ پر لاتے ہیں کہ نعوذ باللہ حسین بوجہ اس کے کہ اُس نے خلیفہ وقت یعنی یزید سے بیعت نہیں کی، باغی تھا اور یزید حق پر تھا۔ لَعۡنَتُ اللّٰہِ عَلَی الۡکَاذِبِیۡنَ۔ مجھے امید نہیں کہ میری جماعت کے کسی راستباز کے مُنہ پر ایسے خبیث الفاظ نکلے ہوں''۔ فرمایا ''بہر حال مَیں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دُنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے۔ مومن بننا کوئی امر سہل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نسبت فرماتا ہے قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا۔ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَلٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا (الحجرات: 15) مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں۔ جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کے لئے اختیار کرتے اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بُت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمالِ فاسقانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو سب سے اپنے تئیں دُور تر لے جاتے ہیں۔ لیکن بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔ دُنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔ مگر حسینؓ طاہر مطہّر تھا اور بلا شبہ وہ اُن برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلا شبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلبِ ایمان ہے اور اس امام کی تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر، استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہوگیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہوگیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ میں ایک خوب صورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دُنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کا قدر مگر وہی جو اُن میں سے ہیں۔ دُنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کرسکتی کیونکہ وہ دُنیا سے بہت دُور ہیں۔ یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسینؓ سے بھی محبت کی جاتی۔ غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسینؓ کی تحقیر کی جائے اور جو شخص حسینؓ یا کسی بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جلّشانہ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے''۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 546-544۔ اشتہار نمبر 270 مطبوعہ ربوہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کی محبت کی ہمیشہ توفیق عطا فرماتا رہے۔ ہمیشہ درود بھیجنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ اور یہ بھی دعا کریں کہ پاکستان اور دنیا کے وہ ممالک جہاں اللہ اور رسول کے نام پر ظلم کئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی ختم فرمائے۔ اور اس مہینے میں خاص طور پر پاکستان میں بھی اور بعض اَور جگہوں پہ شیعوں اور سنیوں اور دوسرے فرقوں کے جو فساد ہوتے ہیں، ایک دوسرے کو قتل و غارت کیا جاتا ہے، جلوسوں پر دہشت گردی کے حملے کئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن سے بھی محفوظ رکھے۔ اور یہ مہینہ تمام مسلمان ملکوں اور تمام مسلمانوں کے لئے امن کا، خیریت کا مہینہ ثابت ہو۔ اور حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا جو مقصد تھا اُس کو یہ لوگ سمجھنے والے ہوں اور اس زمانے کے امام کو ماننے والے اور اس کی تصدیق کرنے والے بھی بنیں۔

آج کی دعا

(1) درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ وَ عَلَی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیۡتَ عَلَی إِبۡرَاھِیۡمَ و عَلَی آلِ إِبۡرَاھِیۡمَ إِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکۡ عَلَی مُحَمَّدٍ وَ عَلَی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکۡتَ عَلَی إِبۡرَاھِیۡمَ و عَلَی آلِ إِبۡرَاھِیۡمَ إِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ

(2) رَبِّ کُلُّ شَیۡءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحۡفَظۡنِیۡ وَ انۡصُرۡنِیۡ وَ ارۡحَمۡنِیۡ (تذکرہ صفحہ 458)

ترجمہ: ''اے میرے رب! ہر ایک چیز تیری خدمت گزار ہے۔ اے میرے رب! تو میری حفاظت فرما! اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما''۔

(3) اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجۡعَلُکَ فِیۡ نُحُوۡرِھِمۡ وَ نَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ شُرُوۡرِھِمۡ (ابو داؤد)

ترجمہ: ''اے اللہ! جو کچھ ان (کافروں) کے سینوں میں ہے اس کے مقابل پر ہم تجھے ہی ڈھال بناتے ہیں۔ اور ہم ان کے تمام شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں''۔

ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت کو محرم کے دنوں میں مندرجہ بالا دعائیں پڑھنے کی طرف خاص تحریک فرمائی ہے۔

واقعہ کربلا اسلامی تاریخ کا دردناک اور آنکھوں کو اشک بار کر دینے والا موڑ ہے۔ انسانِ کامل، سرورِ کائنات، خاتم النبیّین حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

''حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میں حسین سے ہوں۔ جو شخص حسین سے محبت کرتا ہے اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔ حسین ہماری نسل ہے''۔ (مستدرک حاکم)

حضرت مسیحِ موعودؑ فرماتے ہیں:

''مجھے علی اور حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے۔ اور اس راز کو مَشرقین اور مغربین کے ربّ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور میں علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے دونوں بیٹوں سے محبت کرتا ہوں اور جو اُس سے عداوت رکھتا ہے ان سے میں عداوت رکھتا ہوں''۔ (سرّ الخلافۃ۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 358)

پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ماہِ محرم میں قبولیتِ دعا کا نسخہ ''درود شریف'' کو بتلایا ہے

آپ درود شریف کی طرف توجُّہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس مہینے میں درود بہت پڑھیں۔ یہ جذبات کا سب سے بہترین اظہار ہے جو کربلا کے واقعہ پر ہوسکتا ہے۔ جو ظلمتوں کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد چاہنے کے لئے ہوسکتا ہے۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم پر بھیجا گیا یہ درود آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی جسمانی اور روحانی اولاد کی تسکین کا باعث بنتا ہے۔ ترقیات کے نظارے بھی ہمیں نظر آتے ہیں۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے پیاروں سے پیار کا بھی یہ ایک بہترین اظہار ہے۔ اور اس زمانے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے عاشقِ صادق حضرت مسیحِ موعودؑ کے مقاصد کی تکمیل میں بھی یہ درود بے انتہا برکتوں کے سامان لے کر آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دنوں میں خاص طور پر درود پڑھنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے آمین''۔ (خطبہ جمعہ 10 دسمبر 2010)

محرم الحرام میں دعاؤں کی طرف زور دیتے ہوئے ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پس حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جن کے بارے میں حضرت مسیحِ موعودؑ نے فرمایا کہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہیں، ہمیں صبر اور استقامت کا سبق دے کر ہمیں جنت کے راستے دکھا دئے۔ ان دنوں میں یعنی محرم کے مہینہ میں خاص طور پر جہاں اپنے لئے صبر اور استقامت کی ہر احمدی دعا کرے، وہاں دشمنوں کے شر سے بچنے کے لئے رَبِّ کُلُّ شَیۡءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحۡفَظۡنِیۡ وَانۡصُرۡنِیۡ وَارۡحَمۡنِیۡ کی دعا بھی بہت پڑھیں۔ پہلے بھی یہ بتایا تھا کہ ہمیں یہ دعا محفوظ رہنے کے لئے پڑھنے کی بہت ضرورت ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجۡعَلُکَ فِیۡ نُحُوۡرِھِمۡ وَنَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ شُرُوۡرِھِمۡ کی دعا بھی بہت پڑھیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ ہمیں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی حقیقی آل میں شامل فرمائے۔ آمین''۔

(خطبہ جمعہ 23 نومبر 2012)

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

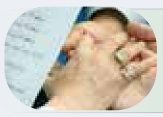

دربارِ خلافت

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پس چاہے مسلمان ممالک کی بدامنی اور بے سکونی اپنے ملکوں میں ایک دوسرے پر ظلم کی وجہ سے ہو یا اسلام دشمن طاقتوں کے مسلمانوں پر ظلم کرنے کی وجہ سے ہو، اس کا حل اور قیامِ امن کا علاج اور مسلمانوں کے رعب کو دوبارہ قائم کرنے کی طاقت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہوئے اُس فرستادہ کے پاس ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشقِ صادق اور آپؐ کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کے مشن کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا آپؑ کے چند اقتباسات آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو تمام صحابہ کے مقام پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس وقت مسلمانوں نے اگر اپنی اکائی منوانی ہے، اپنی ساخت کو قائم کرنا ہے، اسلام کو غیروں کے حملوں سے بچانا ہے، دنیا کو اسلام کا پیغام پہنچا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانا ہے تو پھر شیعہ سنّی کے فرق کو مٹانا ہوگا۔ آپس کے، فرقوں کے، گروہ بندیوں کے فرق کو مٹانا ہوگا۔ اُس اسلام کی تعلیم پر عمل کرنا ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے جس میں کوئی فرقہ نہیں تھا۔ جس میں ہر صحابی قربانی کی ایک مثال تھا۔ نیکی اور تقویٰ کا نمونہ تھا۔ ایسا ستارہ تھا جس سے روشنی اور رہنمائی ملتی تھی۔ لیکن بعض کا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دوسروں سے بلند بھی تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام کو اللہ تعالیٰ نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بلندی دی ہے وہ کسی دوسرے کو نہیں مل سکتی۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کا مقام ہے۔ حضرت عثمانؓ کا اور حضرت علیؓ کا مقام ہے۔ حضرت امام حسینؓ اور حسنؓ کا مقام ہے۔ یہ درجہ بدرجہ اسی طرح آتا ہے۔

پس حفظِ مراتب کے لحاظ سے صحابہ کے مقام کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ ہوگا تو ہر قسم کے فساد مٹ جائیں گے اور یہ سب فرق مٹانے کے لئے آخرین میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے اور ہر صحابی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قرابت دار کا مقام ہمیں بتا کر اُن کی عزت و تکریم قائم فرمائی۔

آپؑ ''سر الخلافۃ'' میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔ یہ عربی میں ہے۔ اس کا ترجمہ اردو میں یہ ہے کہ: ''مجھے علم دیا گیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ میں بلند ترین شان اور اعلیٰ مقام رکھتے تھے اور بلا شبہ پہلے خلیفہ تھے اور آپ کے بارہ میں خلافت کی آیات نازل ہوئیں''۔ (سر الخلافۃ۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 337)

پھر سر الخلافۃ کا ہی حوالہ ہے۔ اس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ: ''بخدا آپ اسلام کے آدم ثانی اور خیر الانام کے مظہرِ اول تھے اور گو آپ نبی تو نہ تھے مگر آپ میں نبیوں اور رسولوں کی قوتیں موجود تھیں''۔ (سر الخلافۃ۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 336)

پھر سر الخلافۃ میں ہی آپ فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ میں سے سب سے زیادہ بہادر اور متقی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ پیارے ہیں اور فتحمند جرنیل ہیں اور سید الکائنات کی محبت میں فنا اور شروع سے ہی آپ کے غمگسار اور آپ کے کاموں میں آپؐ کے مددگار۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تنگی کے زمانے میں ان کے ذریعہ تسلّی دی اور اُنہیں صدّیق کے نام سے مخصوص کیا گیا۔ وہ نبیٔ دوجہان کے مقرب بنے اور اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ثَانِیَ اثْنَیْنِ کی خلعت سے نوازا اور اپنے خاص بندوں میں شامل کیا۔

(سر الخلافۃ۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 339)

پھر ایک جگہ آپ ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں خلیفۂ اوّل نے جو بڑے ملک التجار تھے مسلمان ہو کر لانظیر مدد کی اور آپ کو یہ مرتبہ ملا کہ صدّیق کہلائے اور پہلے رفیق اور خلیفۂ اوّل ہوئے۔ لکھا ہے کہ جب آپ تجارت سے واپس آئے تھے اور ابھی مکّہ میں نہ پہنچے تھے کہ راستہ میں ہی ایک شخص ملا۔ اس سے پوچھا کہ کوئی تازہ خبر سناؤ۔ اس نے کہا کہ اور تو کوئی تازہ خبر نہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ تمہارے دوست نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔ ابوبکرؓ نے وہیں کھڑے ہو کر کہا کہ اگر اُس نے یہ دعویٰ کیا ہے تو سچا ہے''۔

(ملفوظات جلد1 صفحہ 365 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آپ فرماتے ہیں: ''حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سارا مال و متاع خدا تعالیٰ کی راہ میں دے دیا اور آپ کمبل پہن لیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس پر اُنہیں کیا دیا۔ تمام عرب کا اُنہیں بادشاہ بنا دیا اور اُسی کے ہاتھ سے اسلام کو نئے سرے زندہ کیا اور مرتد عرب کو پھر فتح کر کے دکھا دیا۔ اور وہ کچھ دیا جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا''۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 286 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ: ''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ جانتے ہو کہ صحابہ میں کس قدر بڑا ہے؟ یہاں تک کہ بعض اوقات اُن کی رائے کے موافق قرآنِ شریف نازل ہو جایا کرتا تھا اور اُن کے حق میں یہ حدیث ہے کہ شیطان عمر کے سایہ سے بھاگتا ہے۔ دوسری یہ حدیث ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ تیسری یہ حدیث ہے کہ پہلی اُمّتوں میں محدّث ہوتے رہے ہیں اگر اس امّت میں کوئی محدّث ہے تو وہ عمرؓ ہے''۔ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 219)

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''عمر رضی اللہ عنہ کو بھی الہام ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنے تئیں کچھ چیز نہ سمجھا'' (الہام ہوتا تھا کہ مَیں کچھ بن گیا ہوں تو پھر بھی اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھا) ''اور امامتِ حقّہ جو آسمان کے خدا نے زمین پر قائم کی تھی، اُس کا شریک بننا نہ چاہا۔'' (یعنی کہ جو مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مل گیا تھا، یہ نہیں کہ الہام ہو گیا تو اُن کا شریک بننے لگ گئے) ''بلکہ ادنیٰ چاکر اور غلام اپنے تئیں قرار دیا۔ اس لئے خدا کے فضل نے اُن کو نائبِ امامت حقّہ بنا دیا''۔ (یعنی خلافت کی خلعت سے نوازا۔) (ضرورۃ الامام۔ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 473-474)

پھر 'حجۃ اللہ' میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں۔ عربی کا ترجمہ یہ ہے کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسایہ میں دو ایسے آدمی دفن کئے گئے ہیں جو نیک تھے، پاک تھے، مقرب تھے، طیّب تھے اور خدا نے اُن کو زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد اپنے رسول کے رفقاء ٹھہرایا''۔ (یعنی وفات کے بعد بھی ساتھ ہی، قریب ہی دفن ہوئے) ''پس رفاقت یہی رفاقت ہے جو اخیر تک نبھی اور اس کی نظیر کم پاؤ گے۔ پس اُن کو مبارک ہو جو اُنہوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ زندگی بسر کی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شہر میں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جگہ خلیفے مقرر کئے گئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کنارِ روضہ میں دفن کئے گئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مزار کے بہشت سے نزدیک کئے گئے اور قیامت کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ اُٹھائے جائیں گے''۔

(حجۃ اللہ۔ روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 183)

(خطبہ جمعہ 23/ نومبر 2012ء)

حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینا رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا عظیم مقام و مرتبہ

(حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں)

(ساجد محمود بٹر۔ گھانا)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بابرکت کلام میں متفرق جگہوں پر حضرت امام حسینؓ کے حقیقی مقام اور مرتبہ کے متعلق حقائق و معارف سے بھرپور مواد موجود ہے۔ مسلمانوں کے ایک گروہ نے حضرت امام حسینؓ کی شان میں غلو کرتے ہوئے انہیں مافوق البشر قرار دیا، ان کا درجہ انبیاء سے بڑا بتایا تو دوسری طرف ایک گروہ نے ان کی شان میں تحقیر اور گستاخی کی۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا مقام آنحضرت ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں حکم و عدل کا تھا۔ آپ کی تحریرات و ارشادات اسلامی فرقوں کے اختلافی مسائل کے بارے میں فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہیں۔ حضرت امام حسینؓ کے مقام و مرتبہ کے حوالے سے امام الزماںؑ کے چند ارشادات درج ذیل ہیں:۔

جو شخص حسین کی تحقیر کرتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے

''واضح ہو کہ کسی شخص کے ایک کارڈ کے ذریعہ سے مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض نادان آدمی جو اپنے تئیں میری جماعت کی طرف منسوب کرتے ہیں، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ کلمات منہ پر لاتے ہیں کہ نعوذ باللہ حسین بوجہ اس کے کہ اس نے خلیفہ وقت یعنی یزید سے بیعت نہیں کی باغی تھا اور یزید حق پر تھا لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الۡکَاذِبِیۡنَ۔ مجھے امید نہیں کہ میری جماعت کے کسی راستباز کے منہ سے ایسے خبیث الفاظ نکلے ہوں۔ مگر ساتھ اس کے مجھے یہ بھی دل میں خیال گذرتا ہے کہ چونکہ اکثر شیعہ نے اپنے ورد تبرے اور لعن طعن میں مجھے بھی شریک کرلیا ہے اس لئے کچھ تعجب نہیں کہ کسی نادان بے تمیز نے سفیہانہ بات کے جواب میں سفیہانہ بات کہہ دی ہو۔ جیسا کہ بعض جاہل مسلمان کسی عیسائی کی بد زبانی کے مقابل پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کرتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کچھ سخت الفاظ کہہ دیتے ہیں۔ بہرحال میں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے۔ مومن بننا کوئی امر سہل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کی نسبت فرماتا ہے: قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَلٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا۔ مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں۔ جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کے لئے اختیار کرتے اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمال فاسقانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو سب سے اپنے تئیں دور تر لے جاتے ہیں۔ لیکن بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔ دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔ مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینا رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کی تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ میں ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کا قدر مگر وہی جو ان میں سے ہیں۔ دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کرسکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ حسین کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانے میں محبت کی تا حسین سے بھی محبت کی جاتی۔ غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے۔ اور جو شخص حسین یا کسی اور بزرگ کی جو ائمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے۔ وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے۔ جو شخص مجھے برا کہتا ہے یا لعن طعن کرتا ہے اس کے عوض میں کسی برگزیدہ اور محبوب الٰہی کی نسبت شوخی کا لفظ زبان پر لانا سخت معصیت ہے۔ ایسے موقع پر درگذر کرنا اور نادان دشمن کے حق میں دعا کرنا بہتر ہے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 544 تا 546۔ اشتہار بعنوان ''تبلیغ الحق'' 8 اکتوبر 1905ء)

تیرے لیے شہادت مقدر ہے

میں نے ایک جگہ دیکھا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ فتوحات کے لیے دعا کرتے تھے۔ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے لیے شہادت مقدر ہے اگر تو صبر نہ کرے گا تو اخیار ابرار کے دفتر سے تیرا نام کٹ جائے گا۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 299)

وہ سابقین کے ساتھ مل گئے

دیکھو حضرت امام حُسین جنہوں نے ہمیشہ ناز و نعمت میں پرورش پائی تھی اور سیّد سیّد کر کے پکارے جاتے تھے۔ انہوں نے بھی تو سختی کا زمانہ نہ دیکھا۔ ان کو ایسے ایسے زمانے دیکھنے کا موقعہ ہی نہ ملا تھا کہ وہ اُن صحابہ کے مراتب کو پہنچ سکتے۔ ان کی ساری زندگی ناز و نعمت میں گذری تھی نہ انہوں نے کسی جہاد میں حصہ لیا تھا نہ کسی کفر ہی کو توڑا تھا تو خدا نے جو اُن کو شہید کیا۔ کیا اُن پر ظلم کیا؟ ہرگز نہیں۔ انہوں نے پچاس پچپن برس کی عمر تک وہ زمانہ نہ دیکھا تھا کہ شدائد کیا ہوا کرتے ہیں اور انہوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ جب صحابہ بکریوں کی طرح ذبح ہوتے تھے تو پھر ان کا کیا حق تھا کہ وہ شہداء میں درجہ پاتے یا کسی طرح آخرت میں خدا کے قرب میں عزت پاتے۔ کیا ان کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا کہلانے کا فخر بس تھا؟ اور ان کے واسطے یہی کافی تھا؟ نہیں اس سے تو رسول اللہ ﷺ نے بھی منع فرمایا تھا۔ اس سے کوئی حق قرب الٰہی نہیں ہو سکتا تھا۔ غرض انکی اپنی تو ایسی بظاہر کارنمائی نہ تھی جس سے وہ ان درجات اعلیٰ کے وارث یا حقدار ہوتے۔ مگر چونکہ ان کو آنحضرت ﷺ سے ایک قسم کا تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ آنحضرت ﷺ سے اس قسم کا تعلق رکھنے والے کو ضائع کرے۔ سو ان کے واسطے ایسے ایسے سامان میسر کر دئے کہ وہ خدا کی راہ میں شہادت پانے کے قابل ہو گئے اور اس طرح وہ سابقین کے ساتھ مل گئے جن کے حالات سے وہ محض ناواقف تھے۔ ایک ذرا سی تکلیف اور اجر عظیم مل گیا۔ شیعہ ہیں کہ اس حکمت الٰہی کی طرف تو غور نہیں کرتے اور الٹا روتے ہیں کہ ان کو شہید کر دیا۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 149-150)

یہ مقام صبر اور رضا کے ہوتے ہیں

بھلا امام حسین علیہ السلام پر جو ابتلا آیا تو کیا انہوں نے دعا نہ مانگی ہو گی اور آنحضرت ﷺ کے اس قدر بچے فوت ہوئے تو کیا آپ نے دُعا نہ کی ہو گی۔ بات یہ ہے کہ یہ مقام صبر اور رضا کے ہوتے ہیں۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 443)

انبیاء پر اگر کوئی واقعہ مصیبت کے رنگ میں آتا ہے تو اس سے خدا تعالےٰ کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ ان کے اخلاق کو وہ دنیا پر ظاہر کرے کہ جو ہماری طرف سے آتے ہیں اور ہمارے ہو جاتے ہیں وہ کن اخلاق فاضلہ کے صاحب ہوتے ہیں۔ امام حسین پر بھی ایسا واقعہ گذرا۔ آنحضرت ﷺ پر بھی ایسے واقعات گذرے مگر صبر اور استقلال اور خدا تعالیٰ کی رضا کو کس طرح مقدم رکھ کر بتلایا۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 470)

خبیث ہے وہ انسان جو اپنے نفس سے کاملوں اور راستبازوں پر زبان دراز کرتا ہے۔

مَیں نے اِس قصیدہ (قصیدہ اعجاز احمدی۔ ناقل) میں جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت لکھا ہے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بیان کیا ہے۔ یہ انسانی کارروائی نہیں۔ خبیث ہے وہ انسان جو اپنے نفس سے کاملوں اور راستبازوں پر زبان دراز کرتا ہے۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی انسان حسین جیسے یا حضرت عیسیٰ جیسے راستباز پر بدزبانی کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور وعید مَنۡ عَادَ وَلِیًّا لِی دست بدست اُس کو پکڑ لیتا ہے۔ پس مُبارک وہ جو آسمان کے مصالح کو سمجھتا ہے اور خدا کی حکمت عملیوں پر غور کرتا ہے۔

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 149)

کوفہ کے لوگوں کا کردار

امام حسین کو قریباً پچاس ہزار کوفے کے آدمیوں نے خط لکھا کہ آپ آئیں ہم نے بیعت کرنی ہے اور جب وہ آئے تو سب مل کر قسمیں کھا کر کہنے

لگے کہ ہم نے تو کوئی خط روانہ نہیں کیا اور صاف انکار کر دیا۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 303)

حضرت امام حسین پر بھی ایک ایسا وقت آیا تھا کہ جب مسلم نے 70 ہزار آدمیوں کو نماز پڑھائی اور ان سے حضرت امام حسین کی رفاقت کا عہد لیا، مگر جب کسی شخص نے یزید کے آنے کی خبر دی تو سب کے سب آپ کو تنہا چھوڑ گئے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 249)

ہم تو دونوں کے ثناخواں ہیں

حسن نے میری دانست میں بہت اچھا کام کیا کہ خلافت سے الگ ہو گئے پہلے ہی ہزاروں خون ہو چکے تھے۔ انہوں نے پسند نہ کیا کہ اور خون ہوں۔ اس لیے معاویہ سے گذارہ لے لیا۔ چونکہ حضرت حسن کے اس فعل سے شیعہ پر زد ہوتی ہے اس لیے امام حسن پر پورے راضی نہیں ہوئے۔ ہم تو دونوں کے ثناخواں ہیں۔ اصلی بات یہ ہے کہ ہر شخص کے جدا جدا قویٰ معلوم ہوتے ہیں۔حضرت امام حسن نے پسند نہ کیا کہ مسلمانوں میں خانہ جنگی بڑھے اور خون ہوں۔ انہوں نے امن پسندی کو مدنظر رکھا اور حضرت امام حسین نے پسند نہ کیا کہ فاسق فاجر کے ہاتھ پر بیعت کروں کیونکہ اس سے دین میں خرابی ہوتی ہے۔ دونوں کی نیت نیک تھی۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ یہ الگ امر ہے کہ یزید کے ہاتھ سے بھی اسلامی ترقی ہوئی۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ وہ چاہے تو فاسق کے ہاتھ سے بھی ترقی ہو جاتی ہے۔ یزید کا بیٹا نیک بخت تھا۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 579-580)

وہ بلا شبہ دونوں معنوں کے رو سے آنحضرت ﷺ کے آل تھے

اس میں کس ایمان دار کو کلام ہے کہ حضرت امام حسین اور امام حسن رضی اللہ عنہما خدا کے برگزیدہ اور صاحبِ کمال اور صاحبِ عفت اور عصمت اور ائمۃ الہدیٰ تھے اور وہ بلا شبہ دونوں معنوں کے رو سے آنحضرت ﷺ کے آل تھے۔لیکن کلام اس بات میں ہے کہ کیوں آل کی اعلیٰ قسم کو چھوڑا گیا ہے اور ادنیٰ پر فخر کیا جاتا ہے۔تعجب کہ وہ اعلیٰ قسم امام حسن اور حسین کے آل ہونے کی یا اور کسی کے آل ہونے کی جس کی رو سے وہ آنحضرت ﷺ کے روحانی مال کے وارث ٹھہرتے ہیں اور بہشت کے سردار کہلاتے ہیں یہ لوگ اس کا تو کچھ ذکر ہی نہیں کرتے اور ایک فانی رشتہ کو بار بار پیش کیا جاتا ہے جس کے ساتھ روحانی وراثت لازم ملزوم نہیں۔ اور اگر یہ فانی رشتہ جو جسمانی تعلق سے پیدا ہوتا ہے ضروری طور پر خدا تعالیٰ کے نزدیک حقدار ہوتا ہے تو سب سے پہلے قابیل کو یہ حق ملتا جو حضرت آدم علیہ السلام کو پہلوٹا بیٹا اور پیغمبر زادہ تھا اور پھر اس کے بعد حضرت نوح آدم ثانی کے اُس بیٹے کو حق ملتا جس نے خدا تعالیٰ کی طرف سے اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ کا لقب پایا۔سو اہلِ معرفت اور حقیقت کا یہ مذہب ہے کہ اگر حضرت امام حسین اور امام حسن رضی اللہ عنہما آنحضرت ﷺ کے سفلی رشتہ کے لحاظ سے آل بھی نہ ہوتے تب بھی بوجہ اس کے کہ وہ روحانی رشتہ کے لحاظ سے آسمان پر آل ٹھہر گئے تھے۔ وہ بلاشبہ آنحضرت ﷺ کے روحانی مال کے وارث ہوتے۔جبکہ فانی جسم کا ایک رشتہ ہوتا ہے تو کیا روح کا کوئی بھی رشتہ نہیں۔ بلکہ حدیث صحیح سے اور خود قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کہ روحوں میں بھی رشتے ہوتے ہیں اور ازل سے دوستی اور دشمنی بھی ہوتی ہے۔ اب ایک عقلمند انسان سوچ سکتا ہے کہ کیا لازوال اور ابدی طور پر آلِ رسول ہونا جائے فخر ہے یا جسمانی طور پر آلِ رسول ہونا جو بغیر تقویٰ اور طہارت اور ایمان کے کچھ بھی چیز نہیں۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی کسرِ شان کرتے ہیں بلکہ اس تحریر سے ہمارا مدعا یہ ہے کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی شان کے لائق صرف جسمانی طور پر آلِ رسول ہونا نہیں کیونکہ وہ بغیر روحانی تعلق کے ہیچ ہے۔ اور حقیقی تعلق اُن ہی عزیزوں کا رسول اللہ ﷺ سے ہے کہ جو روحانی طور پر اس کی آل میں داخل ہیں۔ رسولوں کے معارف اور انوار روحانی رسولوں کے لئے بجائے اولاد ہیں جو ان کے پاک وجود سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ ان معارف اور انوار سے نئی زندگی حاصل کرتے ہیں اور ایک پیدائش جدید اُن انوار کے ذریعہ سے پاتے ہیں۔ وہی ہیں جو روحانی طور پر آل محمد کہلاتے ہیں۔

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد نمبر 15 حاشیہ صفحہ 364-366)

حضرت عیسیٰ اور امام حسین کے اصل مقام اور درجہ کا جتنا مجھ کا علم ہے دوسرے کو نہیں ہے

اور یہ بالکل غلط ہے کہ میں انبیاء ورسل یا صلحاء امّت کی تحقیر کرتا ہوں۔ جیسے میں ابرار واخیار کا درجہ سمجھ سکتا ہوں اور اُن کے مقام و قرب کا جتنا علم مجھے ہے کسی دوسرے کو نہیں ہوسکتا کیونکہ ہم سب ایک ہی گروہ سے ہیں اور الجنس مع الجنس کے موافق دوسرے اس درجہ کے سمجھے سے عاری ہیں۔حضرت عیسیٰ اور امام حسین کے اصل مقام اور درجہ کا جتنا مجھ کو علم ہے دوسرے کو نہیں ہے کیونکہ جوہری ہی جوہر کی حقیقت کو سمجھتا ہے۔ اس طرح پر دوسرے لوگ خواہ امام حسین کو سجدہ کریں مگر وہ اُن کے رُتبہ اور مقام سے محض ناواقف ہیں اور عیسائی خواہ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا یا خدا جو چاہیں بناویں مگر وہ اُن کے اصل اتباع اور حقیقی مقام سے بے خبر ہیں اور ہم ہر گز تحقیر نہیں کرتے۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 530)

اگر واقعی ان کو امام حسین سے محبت ہے تو ان کی پیروی کریں

یہ امام حسین کے فضائل بے شک بیان کریں ہم منع نہیں کرتے اور جس حد تک انبیاء کرام کی تکذیب لازم نہ آئے اور راستبازوں کی ہتک نہ ہو ہم ماننے کو تیار ہیں مگر یہ تو نہیں کہ انہیں خدا بنالیں۔ اگر واقعی ان کو امام حسین سے محبت ہے تو ان کی پیروی کریں۔ جس سے انسان کو محبت ہو وہ اس کے رنگ سے رنگین ہونا چاہتا ہے اور اُس کے سے کام کرنا اپنا دین و ایمان سمجھتا ہے۔ اتنے پیغمبر گذرے ہیں کیا کبھی کسی نے کہا ہے کہ میری بندگی کرو؟ اصل بات تو یہ ہے کہ دُور دُور سے گمراہوں کا جو اسلام میں ہو کر اس درجہ تک پہنچے ہدایت پانا نسبتاً مشکل ہے۔ امام حسین کو میں نے دو مرتبہ دیکھا کہ دُور سے ایک شخص چلا آرہا ہے اور میری زبان سے یہ لفظ نکلا ابو عبد اللہ حسین۔ پھر دوبارہ دیکھا۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 449)

قضاء وقدر کا سارا معاملہ اور تصرف تام اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے

دیکھو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ایک گھنٹہ میں 72 آدمی آپ کے شہید ہو گئے۔ اس وقت آپ سخت نرغہ میں تھے۔ اب طبعاً ہر ایک شخص کا کانشنس گواہی دیتا ہے کہ وہ اس وقت جبکہ ہر طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے اپنے لیے خدا تعالیٰ سے دُعا کرتے ہوں گے کہ اس مشکل سے نجات مل جاوے لیکن وہ دُعا اس وقت منشاء الٰہی کے خلاف تھی اور قضاء وقدر اس کے مخالف تھے۔ اس لیے وہ ایسی جگہ شہید ہو گئے۔ اگر ان کے قبضہ واختیار میں کوئی بات ہوتی تو انہوں نے کونسا دقیقہ اپنے بچاؤ کے لیے اُٹھا رکھا تھا مگر کچھ بھی کارگر نہ ہوا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قضاء وقدر کا سارا معاملہ اور تصرف تام اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے جو اس قدر ذخیرہ قدرت کا رکھتا ہے اور حیّ وقیوم ہے اس کو چھوڑ کر جو مُردوں اور عاجز بندوں کی قبروں پر جاکر اُن سے مُرادیں مانگتا ہے اس سے بڑھ کر بے نصیب کون ہوسکتا ہے؟

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 522-523)

قرآن شریف میں آپ کا نام ایک مرتبہ بھی اللہ تعالیٰ نے نہ لیا

شیعہ لوگوں کے ذکر پر فرمایا: ہمیں ان لوگوں کی حالت پر رحم آتا ہے۔ اگر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایسی ہی شان اور عظمت تھی جو یہ بیان کرتے ہیں اور کل نبیوں کی نجات ان ہی کی شفاعت سے ہوئی ہے تو پھر تعجب ہے کہ قرآن شریف میں آپ کا نام ایک مرتبہ بھی اللہ تعالیٰ نے نہ لیا۔ زید جو ایک معمولی صحابی تھے ان کا نام تو قرآن نے لے لیا مگر امام حسین رضی اللہ عنہ کا جو ایسے جلیل القدر منجی اور کل انبیاء علیہم السلام کے شفیع تھے ان کا نام بھی قرآن شریف نے نہ لیا۔ کیا قرآن شریف کو بھی ان سے کچھ عداوت تھی؟

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 283)

ہم منع نہیں کرتے کہ کوئی کسی بزرگ کی محبت یا جدائی میں آنسوؤں سے رو لے

اہلِ تشیّع کو جو محبت حضرت امام حسین سے ہے اور آپ کے واقعہ شہادت کوسُن کر جس طرح ان کے جگر پارہ پارہ ہوتے ہیں اس میں سے تکلّف اور تصنّع کو دور کرکے باقی ان لوگوں کے حق میں جو دلی خلوص سے امام صاحب سے محبت رکھتے ہیں اور ان کی شان میں ہر ایک قسم کے غلو کو معیوب قرار دیتے ہیں۔ فرمایا کہ اس سے ہم منع نہیں کرتے کہ کوئی کسی بزرگ کی محبت یا جدائی میں آنسوؤں سے رو لے۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 550)

مسیح نے تو امام حسین علیہ السلام جتنا حوصلہ بھی نہ دکھلایا

مسیح نے تو امام حسین علیہ السلام جتنا حوصلہ بھی نہ دکھلایا کیونکہ ان کو مفر کی گنجائش تھی اگر چاہتے تو جاسکتے تھے مگر جگہ سے نہ ہلے اور سینہ سپر ہو کر جان دی اور مسیح کو تو مفر ہی کوئی نہ تھا یہودیوں کی قید میں تھے حوصلہ کیا دکھلاتے۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 437)

ہم اس کے مخالف نہیں ہیں کہ صلحاء، اتقیاء اور ابرار سے محبت رکھی جاوے

ہم اس کے مخالف نہیں ہیں کہ صلحاء، اتقیاء اور ابرار سے محبت رکھی جاوے مگر حد سے گذر جانا حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ پر ان کو مقدم رکھنا یہ مناسب نہیں ہے جیسے کہ گذشتہ ایام میں بعض شیعہ کی طرف سے ایک کتاب شائع ہوئی۔ اس میں لکھا تھا کہ صرف امام حسین کی شفاعت سے تمام انبیاء نے نجات پائی۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اور اس میں آنحضرت ﷺ کی کسرِ شان ہے۔ اس سے تو ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے غلطی کی کہ آنحضرت ﷺ پر قرآن نازل کیا اور حسین پر نہ کیا۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 268)

حفظ مراتب بڑی ضروری شے ہے

ہمارا ایمان ہے کہ بزرگوں اور اہل اللہ کی تعظیم کرنی چاہئے لیکن حفظ مراتب بڑی ضروری شے ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ حد سے گذر کر خود ہی گنہگار ہو جائیں اور آنحضرت ﷺ یا دوسرے نبیوں کی ہتک ہو جائے وہ شخص جو کہتا ہے کہ کُل انبیاء علیھم السلام حتّٰی کہ آنحضرت ﷺ بھی امام حسین کی شفاعت سے نجات پائیں گے اس نے کیسا غلو کیا ہے جس سے سب نبیوں کی اور آنحضرت ﷺ کی ہتک ہوتی ہے مگر میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ان لوگوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تعریف میں اس قدر غلو کیا ہے۔ مگر امام حسن رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے وقت ان لوگوں سے ایسا دلی جوش صادر نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ معلوم نہیں کیا ہے شاید یہی باعث ہو کہ انہوں نے حضرت معاویہ کی بیعت کر لی تھی۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 268-269 حاشیہ)

انبیاء کے آنے کی غرض اور غایت

ایسا ہی شیعہ ہیں۔ انہوں نے فقط اتنا ہی سمجھ لیا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے رو پیٹ لینا ہی نجات کے واسطے کافی ہے۔ یہ بھی ان کو خواہش نہیں ہوتی کہ ہم امام حسین کی اتباع میں ایسے کھوئے جاویں کہ خود حسین بن جاویں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ اس وقت تک نجات نہیں جب تک انسان نبی کا روپ نہ ہو جاوے۔ وہ انسان جو اپنے مراتب اور مدارج میں ترقی نہیں چاہتا وہ مخنّث کی طرح ہے۔ میں کھول کر کہتا ہوں کہ جس قدر انبیاء و رسل گذرے ہیں ان سب کے کمالات حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے آنے کی غرض اور غایت ہی یہی تھی کہ لوگ اس نمونہ اور اسوہ پر چلیں۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 407)

اسلامی فرقوں کے غلط عقائد

ایک طرف شیعہ ہیں کہ حسین کو مثل لات کے بنا رکھا ہے۔ تو ایک شخص کہہ دے گا کہ کہاں جاؤں۔ شیعہ حسین پرست بنے ہوئے ہیں۔ خوارج علی کو گالیاں دیتے ہیں۔ درمیان میں اہل سنّت ہیں۔ اگرچہ بظاہر اُن کا اعتدال نظر آتا ہے مگر اب انہوں نے ایسے قابل شرم اعتقاد بنا رکھے ہیں کہ وہ شرک تک پہنچ گئے ہیں مثلاً مسیح کو خالق بنا رکھا ہے احیائے موتی کرنے والا مانا ہوا ہے۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 330،331)

ہماری نسبت یہ کلمات درحقیقت خدا تعالیٰ کی اپنی عزت کے اظہار اور نبی کریم ﷺ کی عظمت کے اظہار کے لیے ہیں

حضرت عیسٰی اور حضرت حسین کے حق میں ایسا غلو اور اطرا کیا گیا ہے کہ اس سے خدا کا عرش کانپتا ہے۔ اب جب کہ کروڑ ہا آدمی حضرت عیسٰی کی مدح و ثناء سے گمراہ ہو چکے ہیں اور ایسا ہی بے انتہا مخلوق حضرت حسین کی نسبت غلو اور اطراء کر کے ہلاک ہو چکی ہے تو خدا کی مصلحت اور غیرت اس وقت یہی چاہتی ہے کہ وہ تمام عزتوں کے کپڑے جو بیجا طور پر ان کو پہنائے گئے تھے۔ اُن سے اُتار کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا تعالیٰ کو پہنائے جاویں۔ پس ہماری نسبت یہ کلمات درحقیقت خدا تعالیٰ کی اپنی عزت کے اظہار اور نبی کریم ﷺ کی عظمت کے اظہار کے لیے ہیں۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 215)

دمشق کا لفظ
محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے

غرض مجھ پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ دمشق کے لفظ سے دراصل وہ مقام مراد ہے جس میں یہ دمشق والی مشہور خاصیت پائی جاتی ہے اور خدائے تعالےٰ نے مسیح کے اُترنے کی جگہ جو دمشق کو بیان کیا تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح سے مراد وہ اصلی مسیح نہیں ہے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی بلکہ مسلمانوں میں سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو اپنی روحانی حالت کی رو سے مسیح سے اور نیز امام حسین سے بھی مشابہت رکھتا ہے کیونکہ دمشق پایہ تخت یزید ہو چکا ہے اور یزیدیوں کا منصوبہ گاہ جس سے ہزار ہا طرح کے ظالمانہ احکام نافذ ہوئے وہ دمشق ہی ہے اور یزیدیوں کو اُن یہودیوں سے بہت مشابہت ہے جو حضرت مسیح کے وقت میں تھے ایسا ہی حضرت امام حسین کو بھی اپنی مظلومانہ زندگی کی رو سے حضرت مسیح سے غایت درجہ کی مماثلت ہے۔

پس مسیح کا دمشق میں اُترنا صاف دلالت کرتا ہے کہ کوئی مثیل مسیح جو حسین سے بھی بوجہ مشابہت ان دونوں بزرگوں کے مماثلت رکھتا ہے۔ یزیدیوں کی تنبیہ اور ملزم کرنے کے لئے جو مثیل یہود ہیں اُترے گا اور ظاہر ہے کہ یزیدی الطبع لوگ یہودیوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ یہ نہیں کہ دراصل یہودی ہیں۔ اس لئے دمشق کا لفظ صاف طور پر بیان کر رہا ہے کہ مسیح جو اُترنے والا ہے وہ بھی دراصل مسیح نہیں ہے بلکہ جیسا کہ یزیدی لوگ مثیل یہود ہیں ایسا ہی مسیح جو اُترنے والا ہے وہ بھی مثیل مسیح ہے اور حسینی الفطرت ہے۔ یہ نکتہ ایک نہایت لطیف نکتہ ہے جس پر غور کرنے سے صاف طور پر کھل جاتا ہے کہ دمشق کا لفظ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ چونکہ امام حسین کا مظلومانہ واقعہ خدائے تعالیٰ کی نظر میں بہت عظمت اور وقعت رکھتا ہے اور یہ واقعہ حضرت مسیح کے واقعہ سے ایسا ہمرنگ ہے کہ عیسائیوں کو بھی اس میں کلام نہیں ہوگی اس لئے خدائے تعالےٰ نے چاہا کہ آنے والے زمانہ کو بھی اس کی عظمت سے اور مسیحی مشابہت سے متنبہ کرے اس وجہ سے دمشق کا لفظ بطور استعارہ لیا گیا تا پڑھنے والوں کی آنکھوں کے سامنے وہ زمانہ آجائے جس میں لختِ جگر رسول اللہ ﷺ حضرت مسیح کی طرح کمال درجہ کے ظلم اور جور و جفا کی راہ سے دمشقی اشقیا کے محاصرہ میں آ کر قتل کئے گئے۔ سو خدائے تعالیٰ نے اس دمشق کو جس سے ایسے پُرظلم احکام نکلتے تھے اور جس میں ایسے سنگدل اور سیاہ درون لوگ پیدا ہو گئے تھے اس غرض سے نشانہ بنا کر لکھا کہ اب مثیل دمشق عدل اور ایمان پھیلانے کا ہیڈ کوارٹر ہو گا۔ کیونکہ اکثر نبی ظالموں کی بستی میں ہی آتے رہے ہیں اور خدائے تعالےٰ لعنت کی جگہوں کو برکت کے مکانات بناتا رہا ہے۔

اس استعارہ کو خدائے تعالےٰ نے اس لئے اختیار کیا کہ تا پڑھنے والے دو فائدے اس سے حاصل کریں ایک یہ کہ امام مظلوم حسین رضی اللہ عنہ کا دردناک واقعہ شہادت جس کی دمشق کے لفظ میں بطور پیشگوئی اشارہ کی طرز پر حدیث نبوی میں خبر دی گئی ہے اس کی عظمت اور وقعت دلوں پر کھل جائے۔ دوسرے یہ کہ تا یقینی طور پر معلوم کر جاویں کہ جیسے دمشق میں رہنے والے دراصل یہودی نہیں تھے مگر یہودیوں کے کام انہوں نے کئے۔ ایسا ہی جو مسیح اُترنے والا ہے دراصل مسیح نہیں ہے مگر مسیح کی روحانی حالت کا مثیل ہے اور اس جگہ بغیر اس شخص کے کہ جس کے دل میں واقعہ حسین کی وہ عظمت نہ ہو جو ہونی چاہئے ہر ایک شخص اس دمشقی خصوصیت کو جو ہم نے بیان کی ہے بکمال انشراح ضرور قبول کر لے گا اور نہ صرف قبول بلکہ اس مضمون پر نظر امعان کرنے سے گویا حق الیقین تک پہنچ جائے گا اور حضرت مسیح کو جو امام حسین رضی اللہ عنہ سے تشبیہ دی گئی ہے یہ بھی استعارہ در استعارہ ہے۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 136-137 حاشیہ)

درد ناک کہانی

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ تحریر فرماتے ہیں: کہ ایک دفعہ جب محرم کا مہینہ تھا اور حضرت مسیح موعودؑ اپنے باغ میں ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے آپؑ نے ہماری ہمشیرہ مبارکہ بیگم (سلمہا) اور ہمارے بھائی مبارک احمد مرحوم کو جو سب بہن بھائیوں میں چھوٹے تھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا ''آؤ میں تمہیں محرم کی کہانی سناؤں'' پھر آپؑ نے بڑے دردناک انداز میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات سنائے۔ آپؑ یہ واقعات سناتے جاتے تھے اور آپؑ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپؑ اپنی انگلیوں کے پوروں سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپؑ نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا:۔

''یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے پر کروایا۔ مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔''

اس وقت آپؑ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ کی المناک شہادت کے تصور سے آپؑ کا دل بہت بے چین ہو رہا تھا۔

(روایت حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم - سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ 31)

ماہ محرم اور صدقہ و خیرات

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں:۔

''(حضرت اماں جانؓ) ماہ محرم میں بھی صدقہ و خیرات بہت فرماتیں اور گھر میں بھی نوکروں وغیرہ سب کو اچھا کھلاتیں۔ فرماتیں: سال شروع ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے کہ جو شروع سال میں خیرات کرے گا اور اپنے پر فراخی رکھے گا اس کو سال بھر فراخی رہے گی''

(الفضل 4 جون 1952ء)

(مرسلہ: زکیہ فردوس)

نعت سرور کائنات فخر موجودات حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(کلام حضرت حافظ سید مختار احمد مختار شاہجہانپوری صاحبؓ)

اللہ اللہ شانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
عرشِ عظیم ایوانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

پیشِ نظر ہے شانِ محمد، ذہن میں ہیں احسان محمد
کیوں نہ ہوں پھر قربان محمد صلی اللہ علیہ و سلم

دل شیدائے آنِ محمد، روح فدائے شانِ محمد
وجد میں ہیں مستانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

بے تعداد احسانِ محمد، بے پایاں فیضانِ محمد
رحمتِ حق قربانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

از آدم تا حضرت عیسیٰ سب عالی رتبہ ہیں لیکن
اور ہی کچھ ہے شانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

سب سے بہتر سب سے اعلیٰ، سب اعجاز رسل سے بالا
معجزۂ قرآنِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

عاقل پر کرتا ہے ہویدا اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی
توقیر فرمانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

اے پرسانِ شانِ محمد، جویائے فیضانِ محمد
دیکھ ذرا قرآنِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

عین عنایت، چشمۂ رحمت، بحرِ حقیقت، حسنِ رسالت
خُلقِ عالی شانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

آدم و لوط و ابراہیم و داود و عیسیٰ و موسیٰ
سب ہیں ثنا گویانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

صدیوں کے مردوں کو جلایا، پیغام توحید سنایا
روحِ رواں قربانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

لرزاں تھے شاہانِ زمانہ، حیرت میں ہر اک فرزانہ
کیا تھی شوکت و شانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

امن جہاں قائم فرمایا، جس جس کا حق تھا دلوایا
قربانِ فرمانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

سارے بد افعال چھڑائے سب عمدہ اخلاق سکھائے
جانِ جہاں قربانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

راحت پر راحت دیتا ہے کیا دلکش موجیں لیتا ہے
دریائے فیضانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

صبحِ روزِ ازل سے لیکر ختم نہیں تا شامِ حشر
سلسلۂ احسانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

سبحان اللہ کیا کہنا ہے سینوں سے دل کھینچ رہا ہے
جذبِ بے پایانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

گو کیسا ہی سحر بیاں ہو لیکن ناممکن جو بیاں ہو
تفصیلِ فیضانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

آپ کا ثانی ہو، نہ ہوا ہے، دنگ ہے جس نے دیکھ لیا ہے
کچھ حسن و احسانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

مشرقِ وحدت، مہر رسالت، آیہ قدرت، سایہ رحمت
ذاتِ عالی شانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

اپنے ہوں یا بیگانے ہوں، مسلم ہوں یانا مسلم
سب پر ہے احسانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

لوگو! اس درجہ حق پوشی، یہ سختی، یہ ناحق کوشی
یہ توہینِ شانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

اے اہل انصاف بتاؤ، صاف کہو تم صاف بتاؤ
کیا ہے یہی شایانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

لوگو! شرم و حیا بھی کچھ ہے آخر خوفِ خدا بھی کچھ ہے
یہ تحقیر شانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

کون محمد؟ ہادیٔ اعظم، کون محمد؟ محسنِ عالم
ہر مسلم قربانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

کون محمد؟ ماہِ مروت، کون محمد؟ چشمۂ رحمت
فہم سے برتر شانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

کچھ اس جور و جفا کی حد بھی، ظلم زلزلہ زا کی حد بھی
اے بدخواہِ شانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

زہریلی گفتار کہاں تک اور اسکی تکرار کہاں تک
حیف! اے بدخواہانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

یہ آزار رسانی تاکے، تاکے تلخ بیانی تاکے
شرم! اے بدگویانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

بارشِ تیر ظلم و ستم نے سینے کردیئے چھلنی لیکن
ضبط! اے جانبازانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

وہ متجاوز ہو نہیں سکتے دائرۂ آئینِ وفا سے
جو ہیں رضا جویانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

گو باقی نہ ہو ضبط کا یارا لیکن مطلب کیا ہے تمہارا
تعمیلِ فرمانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

فرمانِ آنحضرت کیا ہے؟ کیا ہے حکمِ شریعت کیا ہے؟
غور کر اے خواہانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

جو نہ سنے احکام شریعت، جو نہ کرے قانون کی عزت
وہ ہے نافرمانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

گرد و غبارِ حرص و ہوا سے صاف ہے بالکل فضلِ خدا سے
آئینۂ دامانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

ہر شجر آخر اپنے پھلوں سے ہی پہچانا جاتا ہے
دیکھ سوئے غلمانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

سیدنا صدیق مکرم، سیدنا فاروقِ اعظم
سرخیلِ یارانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

سیدنا عثمان معظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
خواہانِ رضوانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

حضرت اسد اللہ الغالب، سیدنا ابن ابو طالب
سرتاجِ اخوانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

جامع درویشی و شاہی، نافع مخلوقاتِ الٰہی
کون؟ یہی یارانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حامی مہر و صدق و صفا تھے، ماحی ظلم و جور و جفا تھے
اصحابِ ذی شانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

کانِ صفا تھے، باغِ وفا تھے، ابرِ سخا تھے، بحرِ عطا تھے
انصار و اعوانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

خوش اطوار و نیک طبیعت، پاک دل و پاکیزہ فطرت
جملہ مقبولانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

سیدنا حسنین کی حالت کردیتی ہے محو حیرت
یہ ہیں فرزندانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

کامل تھے تسلیم و رضا میں، جانیں دیدیں راہ خدا میں
لیکن رکھ لی آنِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

کس درجہ رکھتے تھے لطافت، کیسی رنگت کیسی نکہت
گلہائے بستانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

حضرت موسیٰ ہوں یا عیسیٰ ایک کے یاروں نے بھی پایا
اخلاصِ یارانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

اے گل ایمان ڈھونڈنے والے کانٹوں سے دامن کو بچالے
کر سیر بستانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

نفسِ دنی پر غالب آجا، آجا حق کے طالب آجا
وا ہے درِ فیضانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

توڑ علائق کی زنجیریں، چھوڑ تصنع کی تقریریں
آ زیرِ فرمانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

نقشِ دوئی کو دل سے مٹا دے، نعرہ الا اللہ لگا دے
آ ذیلِ مستانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

آپ سا ہادی، آپ سا محسن، ناممکن بالکل ناممکن
سب سے اعلیٰ شانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
آپ ہیں آقا آپ ہیں مولا، آپ ہیں ملجاء آپ ہیں ماویٰ
قربانِ ہر شانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
نکہتِ گل ہیں شمع سُبل ہیں، ہادی کل ہیں، ختم رسل ہیں
کیا ہو بیانِ شانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
سب سے مکرم، سب سے معظم، ہادی اعظم، محسنِ عالم
سبحان اللہ شانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
آپ ہیں آقا آپ ہیں مولا، آپ ہیں ملجاء، آپ ہیں ماویٰ
موجبِ حیرتِ شانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
حدِ شرک سے باہر رہیئے، پھر جو کچھ جی چاہے کہئے
سب شایانِ شانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
اے کے جسے لاحق ہے سراسر خوفِ تابِ مہر محشر
آ زیرِ دامانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
آپ فدائے خلقِ خدا ہیں، آپ شفیع روزِ جزا ہیں
مژدہ اے خواہانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
جملہ اصولوں سے ہے نرالا، فہمِ بشر سے ارفع اعلیٰ
ہر ہر جلوہ شانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
آپ نے سب پر شفقت کی ہے، سب کو دین کی دعوت دی ہے
عالم ہے مہمانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
اے جویائے ہدایت آجا، آجا طالبِ جنت آجا
جنت ہے بستانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
ہمت والو نیک جوانو، شمع رسالت کے پروانو
دیکھو تو فرمانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
بیداری کا وقت یہی ہے، تیاری کا وقت یہی ہے
ہشیار اے شیرانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
خود جاگو اوروں کو جگا دو، عالم میں ایک دھوم مچا دو
اے غیرت مندانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
موقع ہے یہی نصرتِ دیں کا، وقت نہیں واللہ نہیں کا
ہاں اے شیدایانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
دشت و جبل میں بحر رواں میں سارے عرض و طولِ جہاں میں
پہنچا دو فرمانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
مشرق کو مغرب سے ملا دو، کونے کونے میں پہنچا دو
تذکرۂ احسانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
ہو جو مقابل سارا جہاں، ہے لو یہ گو ہے یہ چوگان ہے
ہمت اے مردانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
کچھ ہو لیکن آن نہ جائے ہاتھ سے یہ میدان نہ جائے
ہمت اے مردانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
بات تو جب ہے دیکھ لیں یکسر، دنیا کہ سب اسود و احمر
جلوۂ حسنِ شانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
عالم کو سرمست بنا دو، سب کو تا امکان چکھا دو
صہبائے عرفانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
بخت رسا پر نازاں ہوں میں، فضلِ خدا پر نازاں ہوں میں
پایا ہے فیضانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
ناممکن ہے ناممکن ہے مجھ سے ادا ہو کیا ممکن ہے
کچھ شکرِ احسانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
میں اور احسانِ محمد، لطفِ بے پایان محمد
دستِ من و دامانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم
شور، صلی اللہ ہر سو ہے، کیوں نہ ہو اے مختار کے تو ہے
نغمہ خوانِ شانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم

(اخبار الفضل قادیان دارالامان 31 مئی 1929ء، حیات حضرت مختار صفحہ 227-231)

حضرت امام حسینؓ کی قربانی پر اسلام ناز کرتا ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَ مَنۡ یَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَہَنَّمُ خٰلِدًا فِیۡہَا وَ غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ لَعَنَہٗ وَ اَعَدَّ لَہٗ عَذَابًا عَظِیۡمًا۔

ترجمہ: اور جو جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے وہ اس میں بہت لمبا عرصہ رہنے والا ہے اور اللہ اس پر غضب ناک ہوا اور اس پر لعنت کی، اور اس نے اس کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (النساء: 94)

حضرت حسینؓ عالم و فاضل، بہت روزہ رکھنے والے، بہت نمازیں پڑھنے والے، حج کرنے والے، صدقہ دینے والے اور تمام اعمال حسنہ کثرت سے بجالانے والے تھے۔ انہوں نے 25 حج کئے۔ (اسد الغابہ جلد 2 ص 20۔ ابن اثیر جزری)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوّر اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں: ’’حضرت امام حسینؓ نے معرکہ کربلا میں بے شک جان دے دی۔ مگر آج تک اسلام اس قربانی پر ناز کرتا ہے۔‘‘ (خطبات محمود جلد نمبر 16 ص 396)

فرمایا: حضرت امام حسینؓ نے یزید کے سامنے جان دی۔ کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ حضرت امام حسینؓ اپنی جان نہیں بچا سکتے تھے اگر وہ چاہتے تو مداہنت سے کام لے کر اپنی جان بچا سکتے تھے لیکن انہوں نے مداہنت سے کام نہ لیا بلکہ اپنی جان قربان کر دی مگر باوجود اس کے زندہ حضرت امام حسینؓ ہی ہیں، یزید نہیں۔ یزید پر ہرمنٹ موت آرہی ہے میں نے ابھی اس کا نام لیا تو میرا دل اس کے اعمال کے متعلق نفرت و حقارت سے بھر گیا تم نے سنا تو تمہارے دل میں بھی نفرت و حقارت کے جذبات پیدا ہوئے لیکن جب میں نے حضرت امام حسینؓ کا نام لیا تو میرا دل ان کی عزت وعظمت اور محبت سے بھر گیا اور جب تم نے سنا تو تمہارے دل میں بھی ان کے متعلق عزت وعظمت اور محبت کی لہر دوڑ گئی ہوگی۔ تو جو شخص سچائی کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے وہ نہیں مرتا پس تم دشمن کا سچائی سے مقابلہ کرو چاہے تمہاری ساری جائیدادیں چھین لی جائیں چاہے تم کو جھوٹے مقدمات میں مبتلا کر کے پکڑوا دیا جائے اور چاہے جھوٹی گواہیاں دے کر تمہیں قید کرا دیا جائے تم ہمیشہ سچ بولو اور کبھی جھوٹ کے قریب بھی مت جاؤ۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21 جون 1935ء)

فرمایا: یزید کی خلافت پر دوسرے لوگوں کی رضا تو الگ رہی خود اس کا اپنا بیٹا متفق نہ تھا بلکہ اس نے تخت نشین ہوتے ہی بادشاہت سے انکار کر کے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ یہ ایک مشہور تاریخی واقعہ ہے مگر میں نہیں جانتا مسلمان مؤرخین نے کیوں اس واقعہ کو زیادہ استعمال نہیں کیا...... تاریخ میں لکھا ہے کہ یزید کے مرنے کے بعد جب اس کا بیٹا تخت نشین ہوا جس کا نام بھی اپنے دادا کے نام پر معاویہ ہی تھا تو لوگوں سے بیعت لینے کے بعد وہ اپنے گھر چلا گیا اور چالیس دن تک باہر نہیں نکلا۔ پھر ایک دن وہ باہر آیا اور منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے کہنے لگا کہ میں نے تم سے اپنے ہاتھوں پر بیعت لی ہے مگر اس لئے نہیں کہ میں اپنے آپ کو تم سے بیعت لینے کا اہل سمجھتا ہوں بلکہ اس لئے کہ میں چاہتا تھا کہ تم میں تفرقہ پیدا نہ ہو اور اس وقت سے لے کر اب تک میں گھر میں یہی سوچتا رہا کہ اگر تم میں کوئی شخص لوگوں سے بیعت لینے کا اہل ہو تو میں یہ امارت اس کے سپرد کر دوں اور خود بری الذمہ ہو جاؤں مگر باوجود بہت غور کرنے کے مجھے تم میں کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آیا۔ اس لئے اے لوگو! یہ اچھی طرح سن لو کہ میں اس منصب کے اہل نہیں ہوں اور میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ میرا باپ اور میرا دادا بھی اس منصب کے اہل نہیں تھے۔ میرا باپ حسینؓ سے درجہ میں بہت کم تھا اور اس کا باپ (یعنی یزید کا باپ) حسنؓ حسینؓ کے باپ سے کم درجہ رکھتا تھا۔ علیؓ اپنے وقت میں خلافت کا حقدار تھا اور اس کے بعد بہ نسبت میرے دادا اور باپ کے حسنؓ اور حسینؓ خلافت کے زیادہ حقدار تھے اس لئے میں اس امارت سے سبکدوش ہوتا ہوں۔

(خلافت علیٰ منہاج النبوۃ۔ انوار العلوم جلد دوم ص 176-177)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اس مہینے میں درود بہت پڑھیں۔ یہ جذبات کا سب سے بہترین اظہار ہے جو کربلا کے واقعہ پر ہو سکتا ہے، جو ظلموں کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد چاہنے کے لئے ہو سکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ پر بھیجا گیا یہ درود آپؐ کی جسمانی اور روحانی اولاد کی تسکین کا باعث بھی بنتا ہے۔ ترقیات کے نظارے بھی ہمیں نظر آتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے پیاروں سے پیار کا بھی یہ ایک بہترین اظہار ہے۔ اور اس زمانے میں آپ کے عاشقِ صادق مسیح موعودؑ کے مقاصد کی تکمیل میں بھی یہ درود بے انتہاء برکتوں کے سامان لے کر آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دنوں میں خاص طور پر درود پڑھنے کی، زیادہ سے زیادہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور پھر یہ درود جو ہے ہماری ذات کے لئے بھی برکتوں کا موجب بننے والا ہو گا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 دسمبر 2010ء)

وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

☆...☆...☆

سانحہ کربلا کا پس منظر اور واقعات

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بیٹے یزید کو جانشین مقرر کر دیا تھا۔حضرت امام حسینؓ نے اس کی مخالفت کی تھی جس پر شام سے آپ کی جواب طلبی ہوئی۔ جواب میں آپ نے حکومت کی سخت تنقید کی اور اپنے خیالات واضح کرتے ہوئے یزید کے ولی عہد کے ناجائز ہونے کا اعلان کیا۔

رجب 60ھ میں یزید نے اپنی خلافت کا اعلان کیا اور مدینہ منورہ میں اپنے والد کی وفات کا خط لکھا اور ایک مختصر حکم بھیجا۔

’’حسینؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کو بیعت پر مجبور کرو اور پوری سختی کرو یہاں تک یہ لوگ بیعت کر لیں۔‘‘

ولید بن عتبہ بن ابو سفیان مدینے کا گورنر تھا۔ اس وقت والیٔ مدینہ مروان بھی موجود تھا۔ یزید کے خط کے مضمون کو سن کر حضرت امام حسینؓ نے فرمایا:

خدا تم لوگوں کو اس مصیبت میں صبر عطا کرے۔ رہی بیعت تو شاید تم میرے ایسے شخص کی مخفی بیعت کو کافی نہ سمجھو۔ جب مجمع عام میں یہ بات رکھو گے تو مجھ سے مطالبہ کرنا۔

ولید نے کہا: درست ہے۔مروان نے بات کاٹی اور کہا:

ولید کیا غضب کرتے ہو اگر حسینؓ اس وقت تمہارے ہاتھ سے نکل گیا اور بیعت نہ کی تو پھر ایسا موقع نہ آسکے گا جب تک فریقین کے بہت سے لوگ قتل نہ ہوں بہتر یہ ہے کہ انہیں گرفتار کرلو اور یہ تمہارے گھر سے جانے نہ پائیں۔ جب تک بیعت نہ کرلیں یا قتل نہ کر دیئے جائیں۔

یہ سن کر ولید نے کہا:

میں حسین کے خون سے ہاتھ نہیں رنگ سکتا۔

ولید سے حضرت امام حسینؓ کی ملاقات 27 رجب کو ہوئی۔ اسی دن حضرت امام حسینؓ نے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ آپ کے ساتھ آپ کے فرزند، بھتیجے اور دوسرے اہل بیت تھے۔ اس موقع پر محمد بن حنفیہ نے نئے اقدامات کے لئے پیش بندیوں کے مشورے دیئے۔ امام حسینؓ نے شکریہ کے ساتھ سب کچھ سنا اور بھائی کو خدا حافظ کہا۔

حضرت امام حسینؓ پہلے رسول اللہ ﷺ کے مزار اور اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر آئے۔ اس کے بعد مدینے سے عام شاہراہ سے ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ میں 4 شعبان 60ھ کو داخل ہوئے۔ مکہ میں آپ کا قیام شعب ابی طالب میں رہا۔ یہاں لوگ آپ سے ملنے آتے رہے۔

ایران کے شیعان علی ابتداء سے حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف تھے ان کی وفات کے بعد انہوں نے خلافت کا منصب اہل بیت میں منتقل کرنے کی کوشش کی اور حضرت امام حسینؓ کے مکہ پہنچنے کے بعد آپ کو بلاوے کے خطوط لکھے۔ پھر عمائد کوفہ نے خود آ کر کوفہ چلنے کی درخواست کی۔ اس دعوت پر آپ نے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو حالات کی تحقیق کے لئے کوفہ بھیجا اور اہل کوفہ کو لکھا:

تمہارے خطوط ملے۔ تمہاری خواہش معلوم ہوئی۔ میں اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو حالات کی تحقیق کے لئے بھیجتا ہوں۔ جیسا کہ تم نے لکھا ہے اور تمہارے آدمیوں کا بیان ہے کہ اگر واقعی تم لوگ میری خلافت پر متفق ہو تو مسلم وہاں دیکھ کر مجھے اطلاع دیں گے۔ میں فوراً روانہ ہو جاؤں گا۔‘‘

یہ خط لے کر مسلم کوفہ پہنچے اور مختار بن ابو عبید کے گھر قیام کیا۔ ان کی آمد کی خبر سن کر ان کے پاس شیعان علی کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ کوفہ کے حاکم نعمان بن بشیر کو اس کی خبر ہوئی لیکن وہ بڑے دیندار، نیک فطرت اور امن پسند آدمی تھے۔ اس لئے کسی قسم کی سختی نہ کی بلکہ لوگوں کو بلا کر سمجھایا کہ:

’’فتنہ و اختلاف میں نہ پڑو۔ اس میں جان و مال دونوں کی ہلاکت و بربادی ہے۔ جب تک کوئی شخص میرے مقابلہ کے لئے کھڑا نہ ہوگا اس وقت تک محض بدگمانی پر کسی سے باز پرس نہ کروں گا۔‘‘

لیکن یزید کے جاسوسوں نے دمشق اطلاع بھیج دی کہ مسلم بن عقیل آ گئے ہیں اور لوگوں کو برگشتہ کر رہے ہیں۔ اگر حکومت کی بقا منظور ہے تو فوراً اس کا تدارک کیا جائے۔ اس اطلاع پر یزید نے عبد اللہ بن زیاد والیٔ مصر کو حکم بھیجا کہ:

کوفہ جا کر جس طرح ممکن ہو مسلم کو نکال دو یا انہیں گرفتار کر لو۔

یہ حکم پا کر وہ کوفہ پہنچا اور اس نے ہر محلہ کے بااثر شخص کو اس کے محلے کا ذمہ دار بنایا اور کہا کہ وہ اپنے محلہ کے فتنہ پرداز خوارج اور مشتبہ لوگوں کا نام لکھ کر اطلاع کریں۔ جو شخص اس میں کوتاہی کرے گا اس کے دروازہ پر اس کو سولی پر لٹکایا جائے گا۔

ان حالات کو دیکھ کر مسلم بن عقیل مختار کے گھر سے نکل کر اہل بیت ہانی بن عروہ کے ہاں منتقل ہو گئے۔ یہاں بھی شیعان علی کی آمد و رفت جاری رہی۔ چنانچہ مقتل ابو مخنف میں درج ہے:

چنانچہ مسلم بن عقیل نے حضرت امام حسینؓ کو لکھ بھیجا کہ حالات موافق ہیں۔ آپ فوراً تشریف لائیے۔

ابن زیاد مسلم بن عقیل کی تلاش میں لگا ہوا تھا لیکن پتہ نہ چلتا تھا۔ آخر اس کے غلام معقل نے شیعان علی کا بھیس بدل کر پتہ چلا لیا اور مسلم سے مل کر عبد اللہ بن زیاد کو آگاہ کر دیا۔

ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو گرفتاری کے لئے بھیجا۔ ابن اشعث جان بخشی کا وعدہ کر کے انہیں ابن زیاد کے پاس لے آیا لیکن ابن زیاد جان بخشی پر راضی نہ ہوا۔

چنانچہ مسلم نے ابن اشعث سے کہا کہ:

میرا بچنا تمہارے بس میں نہیں۔ لیکن اتنا کرنا کہ حضرت امام حسینؓ کو میرے انجام کی خبر کر کے کہلا دینا کہ وہ کوفہ والوں پر ہرگز اعتبار نہ کریں اور جہاں تک پہنچ چکے ہیں وہیں سے لوٹ جائیں۔

ابن اشعث نے وعدہ ایفا کیا۔ اس کے بعد ابن زیاد نے انہیں قتل کرا دیا۔ ان کی شہادت سے حضرت امام حسینؓ کا ایک قوی بازو ٹوٹ گیا۔

مسلم بن عقیل کے بلاوے پر حضرت امام حسینؓ نے روانگی کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ اہل مکہ اور حضرت امام حسینؓ کے ساتھی کوفیوں کی غداری سے پوری طرح واقف تھے۔ اس لئے انہوں نے آپ کو سفر سے روکنا چاہا۔ عمرو بن عبد الرحمان نے کہا:

میں نے سنا ہے کہ آپ عراق جارہے ہیں۔ وہاں آپ کے دشمنوں کی حکومت ہے ان کے حکام موجود ہیں۔ ان کے ہاتھ میں فوج اور خزانہ ہے عوام بندہ زر ہوتے ہیں۔ مجھ کو خطرہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ سے مدد کا وعدہ کیا ہے وہی آپ سے لڑیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ نے سمجھایا:

خدارا اس ارادہ سے باز آؤ۔ شاہی حکام کے ہوتے ہوئے کوئی آپ کا ساتھ نہ دے گا۔ سب آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے اور آپ کے خلاف لڑیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ نے یہ بھی فرمایا:

اگر آپ نہیں مانتے تو کم از کم اہل و عیال کو ساتھ نہ لے جائیں۔ مجھے ڈر ہے کہ عثمانؓ کی طرح آپ بھی بال بچوں کے سامنے ذبح کر دیئے جائیں گے۔

لیکن مشیت ایزدی کچھ اور تھی۔ اس لئے خیر خواہوں کی ساری کوششیں بے کار گئیں۔ حضرت امام حسینؓ ذوالحجہ 60ھ کو مع اہل و عیال مکہ سے کوفہ روانہ ہوئے۔

آپ کی روانگی کے بعد آپ کے چچیرے بھائی عبد اللہ بن جعفر نے عمرو بن سعید اموی حاکم مکہ سے خط لکھوا کر بھیجا کہ آپ واپس لوٹ آئیں۔ آپ کی یہاں ہر طرح کی حفاظت کی جائے گی۔ آپ نے عمرو بن سعید کو شکریہ کا خط لکھا لیکن واپس نہ آئے۔

شامی حکومت کو آپ کی روانگی کی خبر مل چکی تھی۔ اس نے آپ کی نقل و حرکت کی اطلاع اور آپ کے اور اہل کوفہ کے درمیان بات چیت کا سلسلہ منقطع کرنے کے لئے ایک قاصد قیس بن مسہر صیداوی جنہیں آپ نے کوفہ کے حالات کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا۔ گرفتار کر کے قتل کر دیئے۔

مقام ثعلبہ پر پہنچ کر آپ کو کوفہ کے ایک مسافر سے مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی۔ اہل قافلہ نے واپسی کا مشورہ دیا لیکن عقیل کے بھائیوں نے کہا:

اللہ کی قسم! ہم واپس نہیں جائیں گے یہاں تک کہ ہم اپنے بھائی کے دشمنوں کو پکڑ لیں۔ غرض سفر جاری رہا۔ کچھ دور چل کر محمد بن اشعث اور عمرو بن سعد کے قاصد جنہیں ان دونوں کی وصیت کے مطابق حضرت امام حسینؓ کو کوفہ آنے سے روکنے کے لئے بھیجا تھا ملے۔ ان سے کوفہ کے تفصیلی حالات سننے کے بعد حضرت امام حسینؓ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا:

ایھا الناس فمن کان یصبر علی حد السیف و طعن ال
سنیۃ فلیقم معنا والا فلینصرف عنا

اے لوگو! جو ہمارے ساتھ تلواروں کے سامنے صبر کر سکتا ہے اور جان قربان کر سکتا ہے وہ ہمارے ساتھ کھڑا رہے اور دوسرے جا سکتے ہیں۔

آگے چل کر ذی چشم مقام پر حر بن یزید ایک ہزار سپاہی کے ساتھ ابن زیاد کے حکم پر آپ کو گھیر کر لے جانے کے لئے آیا۔ اس سے آپ نے فرمایا:

میں خود نہیں آیا ہوں بلکہ تم لوگوں کے خطوط اور آدمی آئے تھے کہ آپ آ کر ہماری رہنمائی کریں۔ اگر تم لوگ اس بیان پر قائم ہو تو میں تمہارے شہر چلوں ورنہ یہیں سے لوٹ جاؤں۔

اس نے کہا: ہمیں اس سے بحث نہیں۔ ہمیں تو حکم ملا ہے کہ آپ جہاں کہیں مل جائیں آپ کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس پہنچا دیں۔

جب حر کا لشکر آپ کو ملا اس وقت دوپہر کا وقت تھا چنانچہ حضرت امام حسینؓ نے ان کو پانی پینے کے لئے دیا۔

کیا سخی تھا صاحب تسنیم و کوثر کا پسر
غیر کو پانی پلایا آپ پیاسا رہ گیا

ذی خم کے مقام پر حضرت امام حسینؓ کے ساتھیوں نے عقیدت مندانہ تقاریر کیں اور عہد کیا کہ:

اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول ﷺ کے نواسے! اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ لڑیں گے یہاں تک کہ ہمارے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ پھر قیامت کے دن آپ کے نانا ہماری شفاعت کریں گے۔

جب حضرت امام حسینؓ نینوا کے قریب پہنچے تو ابن زیاد کی طرف سے حُر کو خط آیا کہ حسینؓ کو قید کرو اور ایسے چٹیل میدان میں ٹھہراؤ جہاں پانی اور کوئی محفوظ مقام نہ ہو۔ چنانچہ حضرت امام حسینؓ کو ارض کربلا میں پہنچنے کے بعد روک دیا گیا۔

2 محرم 61ھ کو حضرت امام حسینؓ نے کربلا میں اپنا قافلہ اتارا تھا۔ 3 محرم کو عمر بن سعد چار ہزار فوج لے کے کربلا پہنچا۔ عمر بن سعد نے ابن زیاد کو لکھا کہ حضرت امام حسینؓ واپس جانے کو تیار ہیں۔ وہاں سے حکم آیا کہ پہلے ان کی بیعت لے لو۔ اس کے بعد غور کیا جائے گا۔ اس کے بعد دوسرا حکم پانی بند کر دینے کا پہنچا۔

اس حکم کے بعد 7 محرم سے عمر بن سعد کے حکم سے فرات پر پہرہ بٹھا دیا گیا۔ 9 محرم کو عمر بن سعد نے حضرت امام حسینؓ سے مصالحت کی بات کی۔ لیکن حضرت امام حسینؓ بیعت کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ چنانچہ یہ آخری گفتگو بھی ناکام رہی۔ حضرت امام حسینؓ نے اہل بیت کے خیموں کی حفاظت کا سامان کر کے 72 جاں نثاروں کی مختصر فوج مرتب کی۔ زہیر بن قیس اور حبیب بن مطہر کو دو مقامات پر متعین کیا اور عباس کو علم مرحمت فرمایا۔

اور آغاز جنگ سے پہلے خدا کے حضور دعا کی۔ دعا کے بعد دشمنوں کو مخاطب کر کے تقریر کی اس میں آپ نے اپنی شخصیت بتائی اور اپنے آنے کے اسباب بیان کر کے واپسی کی اجازت چاہی۔ جواب ملا کہ یزید کی بیعت کر لو۔ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا:

’’خدا کی قسم! میں ذلیل کی طرح یزید کی بیعت کر کے غلام کی طرح اس کی خدمت تسلیم نہ کروں گا۔‘‘

آپ کے بعد جاں نثاروں نے تقاریر کیں لیکن عراقی فوج پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ البتہ حر بن یزید عراقیوں کا ساتھ چھوڑ کر آپ کے ساتھ ہو گئے۔

صبح عاشورہ قیامت کا نمونہ تھی۔ جس اندوہ مصیبت میں حضرت امام حسینؓ اور آپ کے ہمراہی گرفتار تھے وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ آٹھویں محرم کی صبح سے حضرت امام حسینؓ کے خیام میں پانی کا ایک قطرہ نہ تھا۔ بوڑھوں، جوانوں اور بچوں کے گلے شدت پیاس سے خشک تھے اور کوئی بھی ان کا پرسان حال نہ تھا۔ قیامت تو یہ تھی کہ دریائے فرات آنکھوں کے سامنے لہریں مار رہا تھا۔ مگر ان کی بے بسی اور مجبوری کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ وہ تین دن کے پیاسے تھے اور اس سے ایک قطرہ بھی نہیں لے سکتے تھے۔

آہ وہ ریگستانی میدان، وہ آفت کی گرمی، وہ بلا کی دھوپ اور پانی کا بند ہونا۔ گویا کربلا کا میدان محشر کا نمونہ تھا۔ عابد بیمار اور اصغر شیر خوار کی بے تابانہ حالت کسی سے دیکھی نہ جاتی تھی۔

ان حالات میں لڑائی شروع ہوئی۔ پہلے ایک ایک میدان میں آیا اور حسینی فوج کے چند آدمی شہید ہو گئے۔ اس کے بعد عام جنگ شروع ہوگئی۔ دونوں لشکروں کی قوت میں کوئی تناسب نہ تھا۔ ایک طرف چار ہزار مسلمان سپاہ تھی۔ دوسری طرف کل بہتر 72 آدمی۔ تاہم وہ مٹھی بھر آدمی بڑی شجاعت سے لڑے۔ دوپہر تک حضرت امام حسینؓ کے بہت سے آدمی شہید ہو گئے۔

ان کے بعد باری باری حضرت علی اکبر، عبد اللہ بن مسلم، حضرت جعفر طیارؓ کے پوتے عدی، عقیل کے فرزند عبد الرحمان، ان کے بھائی، حضرت امام حسین کے صاحبزادے قاسم اور ابو بکر میدان میں آئے اور شہید ہو گئے۔ ان کے بعد حضرت امام حسینؓ نکلے۔ عراقیوں نے ہر طرف سے یورش کی۔ آپ کے بھائی عباس، عبد اللہ، جعفر اور عثمان آپ کے سامنے سینہ سپر ہو گئے اور چاروں نے شہادت حاصل کی۔ اب حضرت امام حسینؓ بالکل خستہ اور نڈھال ہو چکے تھے۔ پیاس کا غلبہ تھا۔ فرات کی طرف بڑھے۔ پانی لے کے پینا چاہتے تھے کہ حسین بن عنبر نے تیر چلایا۔ چہرۂ مبارک زخمی ہو گیا۔ آپ فرات سے لوٹے اب آپ میں کوئی سکت باقی نہ تھی۔ عراقیوں نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے ہاتھ اور گردن پر تلوار کے وار کئے۔ سنان بن انس نے تیر چلایا اور آپ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے۔ آپ کے گرنے کے بعد سنان بن انس نے سر اقدس جسدِ مطہر سے جدا کر دیا۔ ؎

بنا کر دند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

★…★…★

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کامیاب ہوئے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوْا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَآئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ۔

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے، پھر استقامت اختیار کی، ان پر بکثرت فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور اس جنت (کے ملنے) سے خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔
(حٰمٓ السجدۃ: 31)

حضرت حسینؓ کی پیدائش سے پہلے حضرت ام الفضل بنت حارثؓ نے رؤیا میں دیکھا کہ کسی نے آنحضرت ﷺ کے جسم اطہر کا ٹکڑا کاٹ کر ان کی گود میں رکھ دیا ہے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول ﷺ میں نے ایک ناگوار اور بھیانک خواب دیکھا ہے۔ فرمایا کیا دیکھا ہے؟ عرض کیا ناقابل بیان ہے۔ فرمایا بیان کرو، آخر ہے کیا؟ آنحضرت ﷺ کے اصرار پر انہوں نے خواب بیان کر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہایت مبارک خواب ہے۔ فاطمہؓ کے لڑکا پیدا ہوگا اور تم اسے گود میں لو گی۔ چنانچہ حضرت حسینؓ پیدا ہوئے۔

(مستدرک حاکم معرفۃ الصحابہ باب اول فضائل ابی عبداللہ الحسین جلد 3 ص 194 حدیث 4818)

حضرت اقدس مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) آل محمدؐ سے محبت کا اظہار اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

جان و دلم فدائے جمال محمد است
خاکم نثار کوچۂ آل محمد است

ترجمہ: میری جان اور دل حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم کے جمال پر فدا ہے اور میری خاک آل محمد ﷺ کے کوچہ پر نثار ہے۔

فرمایا: خدا کا کلام میرے پر نازل ہوتا ہے خدا نے میرے پر ظاہر کیا ہے۔ کہ خلفاء ثلاثہ اور ان کی جماعت کے لوگ نیک اور ناصر دین تھے اور نیز علیؓ اور حسنؓ اور حسینؓ یہ سب نہایت درجہ مقدس تھے۔ جن کا بغض کسی لعنتی کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ۔ (الحجر: 48) یعنی صحابہؓ اور اہل بیت میں جو کچھ باہم رنج واقعہ ہو گئے تھے قیامت کو ہم وہ رنجشیں ان کے سینوں میں سے دور کر دیں گے اور وہ باہم بھائی ہوں گے۔ جو ایک دوسرے کے مقابل پر تختوں پر آ بیٹھیں گے۔

(الفضل 6 نومبر 1937ء بحوالہ الفضل 6 اکتوبر 2016ء)

فرمایا: امام حسینؓ کو دیکھو کہ ان پر کیسی کیسی تکلیفیں آئیں۔ آخری وقت میں جو ان کو ابتلاء آیا تھا کتنا خوفناک ہے۔ لکھا ہے کہ اس وقت ان کی عمر ستاون برس کی تھی اور کچھ آدمی ان کے ساتھ تھے۔ جب سولہ یا سترہ آدمی ان کے مارے گئے اور ہر طرح کی گھبراہٹ اور لاچاری کا سامنا ہوا تو پھر ان پر پانی کا پینا بند کر دیا گیا۔ اور ایسا اندھیر مچایا گیا کہ عورتوں اور بچوں پر بھی حملے کئے گئے اور لوگ بول اٹھے کہ اس وقت عربوں کی حمیت اور غیرت ذرا بھی باقی نہیں رہی۔ اب دیکھو کہ عورتوں اور بچوں تک بھی ان کے قتل کئے گئے اور یہ سب کچھ درجہ دینے کے لئے تھا۔

(ملفوظات جلد 5 ص 336)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوّر اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں: بعض لوگ پوچھ بیٹھا کرتے ہیں کہ حضرت امام حسینؓ کیوں ناکام ہوئے اور یزید کیوں کامیاب ہوا۔ حالانکہ اگر غور کرتے تو یزید باوجود مال و دولت اور جاہ وحشم کے ناکام رہا اور حضرت امام حسینؓ باوجود شہادت کے کامیاب رہے۔ کیونکہ ان کا مقصد حکومت نہیں بلکہ حقوق العباد کی حفاظت تھا۔ تیرہ سو سال گزر چکے ہیں مگر وہ اصول جس کی تائید میں حضرت امام حسینؓ کھڑے ہوئے تھے یعنی انتخاب خلافت کا حق اہل ملک کو ہے۔ کوئی بیٹا اپنے باپ کے بعد بطور وراثت اس حق پر قابض نہیں ہوسکتا۔ آج بھی ویسا ہی مقدس ہے۔ جیسا کہ پہلے تھا بلکہ ان کی شہادت نے اس حق کو اور بھی نمایاں کر دیا ہے۔ پس کامیاب حضرت امام حسینؓ ہوئے نہ کہ یزید۔

(الفضل 12 جولائی 1929ء ص 7 بحوالہ 2 دسمبر 2011ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

حضرت امام حسینؓ نے جن کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ وہ سرداران بہشت میں سے ہیں، ہمیں صبر اور استقامت کا سبق دے کر ہمیں جنت کے راستے دکھا دیئے۔ ان دنوں میں یعنی محرم کے مہینہ میں خاص طور پر جہاں اپنے لئے صبر اور استقامت کی ہر احمدی دعا کرے، وہاں دشمن کے شر سے بچنے کے لئے رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَانْصُرْنِي وَارْحَمْنِي، کی دعا بھی بہت پڑھیں۔ پہلے بھی بتایا تھا کہ ہمیں یہ دعا محفوظ رہنے کے لئے پڑھنے کی بہت ضرورت ہے۔ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ، کی دعا بھی بہت پڑھیں۔ درود شریف پڑھنے کے لئے میں…… پہلے بھی کہتا رہتا ہوں کہ اس طرف بہت توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 23 نومبر 2012ء)

واقعہ کربلا

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان ایک لمبا عرصہ جنگ وجدل سے مسلمانوں کی ایک جماعت کو خیال پیدا ہوا کہ امت اسلامیہ کی خونریزی اور اس کے افتراق کی ساری ذمہ داری معاویہؓ، عمرو بن العاصؓ اور علیؓ کے سر ہے اس لئے اگر تینوں کا قصہ پاک کر دیا جائے مسلمانوں کو اس مصیبت عظمیٰ سے نجات مل جائے گی۔ چنانچہ برک بن عبداللہ ملجم اور عمرو بن بکر نے تینوں اشخاص کے قتل کا بیڑا اٹھایا اور ایک ہی شب میں اپنے اپنے شکار پر خفیہ حملہ آور ہوئے۔ ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو شہید کیا۔ عمرو بن بکر، عمرو بن العاص پر حملہ آور ہوا۔ اس دن ان کی بجائے دوسرا شخص نماز پڑھنے کے لئے نکلا ان کے دھوکے میں وہ مارا گیا اور عمرو بن العاص بچ گئے۔ برک بن عبداللہ نے امیر معاویہ پر حملہ کیا اور وہ زخمی ہوئے۔ حملہ آور کو فوراً گرفتار کر کے اسی وقت قتل کر دیا گیا اور امیر معاویہؓ علاج سے شفایاب ہو گئے اسی دن انہوں نے اپنی حفاظت کے لئے مسجد میں مقصورہ (وہ چھوٹا سا قبہ نما حجرہ جس میں نماز کے وقت مسلمان بادشاہ بیٹھا کرتے تھے) بنوایا اور رات حفاظت کے لئے ایک دستہ مقرر کیا۔

حضرت حسن کا خلافت سے دستبردار ہونا

حضرت علیؓ کی وفات کے بعد امیر معاویہؓ کے مقبوضہ علاقہ کے علاوہ باقی سارے ملک کی نظریں حضرت حسنؓ کی طرف تھیں۔ چنانچہ والد بزرگوار کی تدفین سے فراغت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ جامع مسجد کو تشریف لائے۔ مسلمانوں نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے، آپ نے ان سے بیعت لی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر بن کریز کو مقدمۃ الجیش کے طور پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ کوفہ سے مدائن کی طرف بڑھے۔ ساباط پہنچ کر اپنی فوج میں کمزوری اور پہلوتہی دیکھی اسی لئے اس مقام پر رک کر حسب ذیل تقریر کی۔

''میں کسی دل کے لئے دل میں کینہ نہیں رکھتا اور تمہارے لئے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں امید ہے کہ اسے مسترد نہ کرو گے جس اتحاد اور یکجہتی کو تم ناپسند کرتے ہو وہ اس تفرقہ اور اختلاف سے کہیں افضل و بہتر ہے جسے تم چاہتے ہو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے اکثر اشخاص جنگ سے پہلوتہی کر رہے ہیں اور لڑنے سے بزدلی دکھا رہے ہیں میں تم لوگوں کو تمہاری مرضی کے خلاف مجبور نہیں کرنا چاہتا''

صلح کے شرائط

عبداللہ بن عامر نے بڑھ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو مدائن میں گھیر لیا حضرت حسن رضی اللہ عنہ پہلے ہی امیر معاویہ سے صلح کرنے پر آمادہ تھے اپنے ساتھیوں کی بزدلی اور کمزوری کا تجربہ کرنے کے بعد جنگ کا خیال بالکل ترک کر دیا اور چند شرائط پر امیر معاویہؓ کے ساتھ صلح کر لی اور یہ شرائط عبداللہ بن عامر کے ذریعہ سے امیر معاویہؓ کے پاس بھجوا دیں جو یہ ہیں:۔

1۔ کوئی عراقی محض بغض وکینہ کی وجہ سے نہ پکڑا جائے گا۔

2۔ بلا استثناء سب کو امان دی جائے گی۔

3۔ علاقہ اہواز فارس کا کل خراج حسنؓ کے لئے مخصوص کر دیا جائے گا۔

4۔ حسینؓ کو دو لاکھ سالانہ علیحدہ دیا جائے گا۔

5۔ بنی ہاشم کو صلات وعطایا میں بنی عبدشمس (بنو امیہ) پر ترجیح دی جائے گی۔

عبداللہ بن عامر نے یہ شرائط امیر معاویہؓ کے پاس بھجوا دیں انہوں نے بلا کسی ترمیم کے یہ شرائط منظور کر لیں اور معززین وعمائد کی شہادتیں لکھوا کر حضرت حسنؓ کے پاس بھجوا دیا۔

حکم وعدل حضرت مسیح موعود کا فیصلہ

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''حضرت حسنؓ نے میری دانست میں بہت اچھا کام کیا کہ خلافت سے الگ ہو گئے پہلے ہی ہزاروں خون ہو چکے تھے۔ انہوں نے پسند نہ کیا کہ اور خون ہوں۔ اس لئے معاویہ سے گزارہ لے لیا۔ چونکہ حضرت حسنؓ کے اس فعل سے شیعہ پر زد ہوتی ہے اس لئے امام حسنؓ پر پورے راضی نہیں ہوئے۔ ہم تو دونوں کے ثناء خواں ہیں۔ اصلی بات یہ ہے کہ ہر شخص کے جدا جدا قویٰ معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت امام حسنؓ نے پسند نہ کیا کہ مسلمانوں میں خانہ جنگی بڑھے اور خون ہو۔ انہوں نے امن پسندی کو مدنظر رکھا اور حضرت امام حسینؓ نے پسند نہ کیا کہ فاسق فاجر کے ہاتھ پر بیعت کروں کیونکہ اس سے دین میں خرابی ہوتی ہے۔ دونوں کی نیت نیک تھی۔ انما الاعمال بالنیات۔ یہ الگ امر ہے کہ یزید کے ہاتھ سے بھی اسلامی ترقی ہوئی۔ یہ خداتعالیٰ کا فضل ہے۔ وہ چاہے تو فاسق کے ہاتھ بھی ترقی ہو جاتی ہے۔ یزید کا بیٹا نیک بخت تھا۔''

حضرت حسن کی وفات

صلح کے بعد حضرت حسنؓ آخری لحہ حیات تک اپنے جد بزرگوار کے جوار میں خاموشی اور سکون کی زندگی بسر کرتے رہے۔ پچاس ہجری میں آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے کسی وجہ سے زہر دے دیا۔ جس سے آپ کی وفات ہو گئی۔ حضرت حسنؓ کو آنحضور ﷺ کے پہلو میں دفن ہونے کی بڑی تمنا تھی۔ اس لئے حضرت عائشہؓ سے حجرہ نبوی میں دفن ہونے کی اجازت چاہی انہوں نے خوشی کے ساتھ اجازت دے دی۔ مروان کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ حسن کسی طرح روضہ نبوی میں دفن نہیں کئے جا سکتے۔ ان لوگوں نے عثمان کو تو یہاں دفن نہ ہونے دیا اور حسن کو دفن کرنا چاہتے ہیں یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ حضرت حسینؓ نے آپ کو جنت البقیع میں حضرت فاطمۃ الزہراء کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا۔

امیر معاویہ کا یزید کو ولی عہد بنانے کا فیصلہ

حضرت امام حسینؓ اور امیر معاویہؓ دونوں کے ظاہری تعلقات خوشگوار تھے اور امیر معاویہؓ ان کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔ حضرت حسنؓ نے صلح کے وقت حضرت امام حسینؓ کے لئے جو رقم شرط لکھوائی تھی وہ امیر معاویہؓ نہیں برابر پہنچاتے رہے بلکہ اس رقم کے علاوہ بھی تحائف وغیرہ دیتے رہتے تھے۔ 56ھ میں امیر معاویہ نے اپنی وفات کے بعد مسلمانوں کو خانہ جنگی سے بچانے اور ان کی مرکزیت کو مستحکم کرنے کے خیال سے تمام پہلوؤں اور دشواریوں کو نظرانداز کر کے یزید کی ولی عہدی کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت امیر معاویہؓ اس بات پر مجبور تھے کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ضرور اور کئی لوگ اسلامی بادشاہ ہونے کا دعویٰ کر لیتے اور دوبارہ خونریزی کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ شامی کبھی بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کرتے۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:۔

''ہم معاویہ کو بھی گنہگار نہیں کہہ سکتے کیونکہ انہوں نے اس وقت کے لحاظ سے مجبور ہو کر ایسا کیا مگر یزید کو بھی بلکہ خود معاویہ کو بھی خلیفہ نہیں کہہ سکتے ہاں ایک بادشاہ کہہ سکتے ہیں''

(انوار العلوم جلد 15 صفحہ 556)

کبار صحابہ کا یزید کی ولی عہدی سے انکار کرنا

امیر معاویہؓ نے یزید کی اہل حجاز سے بیعت کے لئے مروان کو حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت حسینؓ اور عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے یزید کی ولی عہدی سے اختلاف کیا۔ مروان نے یہ رنگ دیکھا تو امیر معاویہؓ کو اس کی اطلاع دی، چنانچہ یہ خود آئے اور مکہ اور مدینہ والوں سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ، ابن عباسؓ، ابن ابی بکرؓ اور حسینؓ کے علاوہ سبھی نے بیعت کر لی۔ بیعت عام کے بعد پھر انہوں نے فرداً فرداً ان پانچوں بزرگوں سے نرمی اور ملاطفت کے ساتھ کہا کہ تم پانچوں کے سوا سب نے بیعت کر لی ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ اگر عامۃ المسلمین بیعت کر لیں گے تو ہمیں بھی کوئی عذر نہ ہوگا۔ اس جواب کے بعد امیر معاویہؓ نے پھر ان لوگوں سے کوئی اصرار نہ کیا۔

امیر معاویہ کی یزید کو وصیت

59ھ میں امیر معاویہؓ مرض الموت میں مبتلا ہوئے اس وقت ان کی عمر 78 سال تھی۔ وفات سے قبل امیر معاویہؓ نے یزید سے وصیت کرتے ہوئے کہا کہ سب سے اہم معاملہ خلافت کا ہے اس میں حسین بن علیؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمن بن ابی بکرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کے علاوہ کوئی تمہارا حریف نہیں ہے۔ لیکن عبداللہ بن عمر سے کوئی خطرہ نہیں انہیں زہد وعبادت کے علاوہ کسی چیز سے واسطہ نہیں ہے اس لئے عام مسلمانوں کی بیعت کے بعد ان کو بھی عذر نہیں ہوگا۔ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کوئی ذاتی اہمیت اور حوصلہ نہیں رکھتے۔ جو ان کے ساتھی کریں وہ بھی اس کے پیرو ہو جائیں گے۔ البتہ حسینؓ کی جانب سے خطرہ ہے ان کو عراق والے تمہارے مقابلہ پر لا کر چھوڑیں گے۔ اسلئے جب وہ تمہارے مقابلہ پر آئیں اور تم کو ان پر قابو حاصل ہو جائے تو درگزر سے کام لینا کیونکہ وہ قرابت دار اور رسول اللہ ﷺ کے عزیز ہیں البتہ جو شخص لومڑی کی طرح داؤ دے کر شیر کی طرح حملہ آور ہوگا وہ عبداللہ بن زبیر ہے۔ اس لئے اگر وہ صلح کریں تو کر لینا ورنہ موقع پانے کے بعد ان کو ہرگز نہ چھوڑنا۔

خاندان کو وصیت

اس وصیت کے بعد اہل خاندان کو وصیت کی۔

''خدا کا خوف کرتے رہنا کیونکہ خدا کا خوف کرنے والوں کو مصائب سے بچاتا ہے۔ جو خدا سے نہیں ڈرتا اس کا کوئی مددگار نہیں۔'' پھر اپنا آدھا مال بیت المال میں داخل کرنے کا حکم دیا اور تجہیز وتکفین کے متعلق ہدایت کی کہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے ایک کرتہ مرحمت فرمایا تھا اور وہ اسی دن کے لئے محفوظ رکھا ہے اور آپ کے ناخن اور موئے مبارک شیشہ میں محفوظ ہیں۔ مجھے اس کرتہ میں کفنانا اور موئے مبارک کو آنکھوں اور

منہ کے اندر رکھ دینا۔ شاید خدا اسی کے طفیل میں اور اس کی برکت سے میری مغفرت فرمادے۔‘‘

امیر معاویہ کی وفات اور یزید کا ولی عہد بننا

حضرت امیر معاویہؓ نے 60ھ میں وفات پائی۔ضحاک نے نماز جنازہ پڑھائی معاویہ دمشق کی زمین میں سپرد خاک کئے گئے اور مدت حکومت 19سال 3ماہ تھی۔ وفات کے بعد ان کا جانشین تخت نشین ہوا۔ ان کے لئے سب سے اہم معاملہ حضرت امام حسینؓ اور ابن زبیر کی بیعت کا تھا۔ ابن زبیرؓ کے دعویٰ خلافت سے حجاز میں (یعنی مکہ اور مدینہ) یزید کی مخالفت کا خطرہ تھا اور امام حسینؓ کی وجہ سے عراق میں شورش برپا ہوسکتی تھی۔ ان اسباب کی بناء پر اپنی حکومت کو قائم رکھنے کے لئے یزید نے ان دونوں سے بیعت لینا ضروری سمجھا۔ اگر وہ سمجھ داری سے کام لے کر ان بزرگوں کو ساتھ ملا لیتا تو بہت ممکن تھا کہ وہ ناگوار واقعات پیش نہ آتے جنہوں نے یزید کو ساری دنیا میں بدنام کیا۔ یزید نے ولید بن عتبہ حاکم مدینہ کو امام حسینؓ اور ابن زبیر کی بیعت لینے کا حکم دیا۔ ولید نے انہیں امیر معاویہؓ کی موت کی خبر سنا کر یزید کی بیعت کے لئے کہا۔حضرت حسینؓ نے تعزیت کے بعد یہ عذر کیا کہ میرے جیسا آدمی چھپ کر بیعت نہیں کرسکتا جب تم عام لوگوں کو بیعت کے لئے نہ بلاؤ گے۔ ولید کے پاس واپس آنے کے بعد حضرت حسینؓ بڑی کشمکش میں تھے۔ آپ کو اس مشکل سے مفرّ کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ آپ یزید کی بیعت دل سے ناپسند کرتے تھے کیونکہ یہ قیصر و کسریٰ کے طرز کی پہلی شخصی و موروثی بیعت تھی۔ دوسرے جمہورِ امت کے خلاف بھی نہیں چاہتے تھے۔ تیسرے اہل عراق آپ کو خود خلیفہ بنانا چاہتے تھے اس وقت مدینہ بہت پُر آشوب ہو رہا تھا ان کے مقابلہ میں اگر کہیں امن تھا تو وہ مکہ میں تھا۔

حضرت امام حسینؓ کا مدینہ سے مکہ کوچ کرنا

حضرت حسینؓ نے مدینہ چھوڑ کر مکہ جانے کا قصد کیا۔ چنانچہ شعبان 60ھ میں مع اہل و عیال مکہ روانہ ہوگئے۔ آپ کی آمد کی خبر سن کر لوگ جوق در جوق زیارت کے لئے آنے لگے اور کوفیوں کے بلاوے کے خطوط لگاتار آنے لگے۔ عمائد کوفہ کے وفد نے آکر عرض کیا کہ آپ جلد سے جلد کوفہ تشریف لے چلئے۔ وہاں کی مسند خلافت آپ کے لئے خالی ہے اور ہماری گردنیں آپ کے لئے حاضر ہیں۔حضرت حسینؓ نے یہ اشتیاق سن کر فرمایا میں تمہاری محبت اور ہمدردی کا شکرگزار ہوں لیکن فی الحال نہیں جاسکتا پہلے اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔

مسلم رضی اللہ عنہ بن عقیل کا کوفہ بھیجا جانا

مسلم دو آدمیوں کو لے کر کوفہ روانہ ہو گئے۔ راستہ میں بڑی دشواریاں پیش آئیں پانی کی قلت کی وجہ سے وہ دونوں ہلاک ہوگئے۔ مسلم کے پہنچتے ہی کوفہ میں یزید کی اعلانیہ مخالفت شروع ہوگئی۔ مسلم کے کوفہ پہنچنے کے بعد شام کے جاسوسوں نے یزید کو اطلاع دے دی کہ حسین کی طرف سے مسلم بیعت لینے کے لئے کوفہ آگئے ہیں۔ یزید نے عبید اللہ بن زیاد کے نام تاکیدی حکم دیا کہ تم فوراً کوفہ جاکر مسلم کو نکال دو۔ اگر وہ اس میں مزاحمت کریں تو قتل کردو اس اعلان سے مسلم گھبرا گئے اور رات کو اپنی قیام گاہ سے نکل کر اہل بیعت کے ایک مخلص ہانی بن عروہ حجی کے ہاں پہنچے۔ انہوں نے مسلم کو زنانہ مکان کے محفوظ حصہ میں چھپا دیا۔

حضرت حسینؓ کے حامیوں کی خفیہ آمد و رفت شروع ہوگئی اور ان کی بیعت کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ اٹھارہ ہزار اہل کوفہ ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے حضرت حسینؓ کے زمرہ عقیدت میں داخل ہوگئے۔ ابن زیاد کو مسلم کی تلاش میں عرصہ گزر چکا تھا۔ آخر کار اس نے اپنے ایک غلام معقل کو سراغ رسانی پر معمور کیا۔معقل نے ایک شخص کو مسلسل نمازیں پڑھتے دیکھا تو قیاس کیا کہ یہ حضرت حسینؓ کے حامیوں میں سے ہے اور اس کے پاس جاکر کہا کہ میں شامی غلام ہوں خدا نے میرے دل میں اہل بیت نبوی کی محبت ڈال دی ہے۔ میرے پاس تین ہزار درہم ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ یہاں حسینؓ کا کوئی داعی آیا ہے میں یہ حقیر رقم اس کی خدمت میں نذر کے طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں۔ معقل کی اس پُر فریب گفتگو سے وہ شخص دام میں آ گیا۔ اس کو معقل کی حمایت حسین کا یقین ہوگیا۔

ہانی بن عروہ کے قتل کی افواہ اور مسلم رضی اللہ عنہ بن عقیل کا حملہ کرنا

چنانچہ اس ملاقات کے دوسرے دن معقل اس داعی کے ہمراہ مسلم کے پاس پہنچا اور تین ہزار درہم پیش کر کے بیعت کی اور حالات کا پتہ چلانے کے لئے اظہار عقیدت و خدمت کے بہانے انہی کے پاس رہنے لگا۔ ابن زیاد نے ہانی کو بلایا اور کہا کہ خدا کی قسم! کہ تم کو یہاں سے واپس نہیں جانے دوں گا جب تک مسلم یہاں نہ آجائے۔ ہانی نے جواب دیا یہ نہیں ہو سکتا خدا کی قسم میں اپنے مہمان اور پناہ گزین کو قتل کے لئے تمہارے حوالے نہیں کروں گا یہ جواب سن کر ابن زیاد بیتاب ہوگیا اور اس نے زور سے بید مارا کہ ان کی ناک پھٹ گئی اور ابرو کی ہڈی ٹوٹ گئی اور انہیں ایک گھر میں ڈلوادیا شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ ہانی قتل کر دیئے گئے ہیں مسلم بن عقیل نے ہانی کے قتل کی افواہ سنی تو اپنے اٹھارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ قصر امارت پر حملہ کرکے ابن زیاد کو گھیر لیا۔ اس وقت ابن زیاد کے پاس صرف پچاس آدمی تھے۔ اس نے محل کا پھاٹک بند کروالیا اور لوگوں سے کہا کہ تم لوگ نکل کر اپنے اپنے قبیلہ کو ڈراؤ اور طمع اور لالچ کے ذریعہ سے مسلم کا ساتھ دینے سے علیحدہ کردو اور عمائد کوفہ کو حکم دیا قصر کی چھت پر چڑھ کر یہ اعلان کریں کہ اس وقت جو شخص امیر یعنی ابن زیاد کی اطاعت کرے گا اس کو انعام و اکرام دیا جائے گا اور جو بغاوت کرے گا اس کو نہایت سنگین سزا دی جائے گی۔

اہل کوفہ کی غداری اور مسلم رضی اللہ عنہ بن عقیل کا ایک گھر میں پناہ لینا

عمائد کوفہ کے اس اعلان پر مسلم کے بہت سے ساتھی منتشر ہوگئے۔ چھٹتے چھٹتے مسلم کے ساتھ کل تیس آدمی رہ گئے جب انہوں نے کوفی حامیان حسین کی غداری دیکھی تو کندہ کے محلہ کی طرف چلے گئے اور یہاں باقی ماندہ تیس آدمیوں نے بھی ایک ایک کر کے ساتھ چھوڑ دیا اور مسلم تن تنہا رہ گئے۔ اس کسمپرسی کی حالت میں مسلم ٹھوکریں کھاتے ہوئے طوعہ نامی ایک عورت کے دروازہ پر پہنچے۔ مسلم نے کہا میں اس شہر میں پردیسی ہوں۔ میرے اقرباء یہاں نہیں ہیں۔ ایسی حالت میں تم میرے ساتھ کس قسم کا سلوک کرسکتی ہو؟ عورت نے پوچھا کس قسم کا؟ مسلم نے کہا میں مسلم بن عقیل ہوں۔ کوفہ والوں نے میرے ساتھ غداری کی ہے۔ بوڑھی عورت خداترس تھی مسلم کی داستان سن کر انہیں اپنے مکان میں چھپا دیا اور ان کی خبرگیری کرتی رہی۔ اس کے لڑکے نے جب ماں کو مکان کے خاص حصہ میں زیادہ آتے جاتے دیکھا تو سبب پوچھا۔ بیٹے کے اصرار پر ماں نے راز کھول دیا۔ ابن زیاد نے لوگوں کو دھمکی دے رکھی تھی کہ جس کے گھر سے مسلم برآمد ہوا اسے سنگین سزا دی جائے گی اور جو گرفتار کر کے لائے گا اسے انعام دیا جائے گا۔ اس لڑکے نے ابن زیاد کو اطلاع دے دی۔

مسلم رضی اللہ عنہ بن عقیل کا شہید کیا جانا

ابن زیاد نے اسی وقت ستر آدمی کا ایک دستہ مسلم کی گرفتاری کے لئے بھیج دیا۔ دستہ کی آمد کا شور سن کر مسلم سمجھ گئے لیکن مسلم خوفزدہ نہ ہوئے۔ اور تن تنہا پورے دستہ کا نہایت شجاعت و بہادری سے مقابلہ کرکے انہیں گھر سے باہر کردیا۔ یہ لوگ پھر ریلا کر کے اندر گھسے مسلم نے پھر نکال باہر کیا۔ اتنے میں بکیر بن حمران نے مسلم کے چہرہ پر ایسا وار کیا کہ اوپر کا ہونٹ کٹ گیا اور سامنے کے دانت ٹوٹ گئے اور چھت پر چڑھ کر مسلم پر آگ اور پتھر برسانے لگے۔ مسلم نے یہ بزدلی دیکھی تو گلی میں نکل آئے اور بڑا پرزور مقابلہ کیا مگر زخموں سے چور ہو گئے۔ مزید مقابلہ کی طاقت باقی نہ رہی اس لئے مکان کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ عمرہ بن عبید اللہ سلمی نے انہیں خچر پر سوار کیا اور ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ مسلم نے جاتے ہوئے محمد بن اشعث سے کہا کہ امام حسینؓ کو میری حالت کی خبر پہنچا دینا اور کہہ دینا کہ واپس لوٹ جائیں، اہل کوفہ پر ہرگز اعتماد نہ کریں۔ محمد بن اشعث نے کہا میں ضرور پیغام پہنچا دوں گا۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ مسلم کو محل کی بالائی منزل پر لے جاکر قتل کردو اور قتل کرنے کے بعد ان کا دھڑ نیچے پھینک دو۔ جلاد نے مقام قتل پر لے جاکر گردن ماردی اور سر کے ساتھ دھڑ بھی نیچے پھینک دیا۔ اس دردناک طریقہ پر حضرت حسینؓ کا ایک نہایت قوی بازو ٹوٹ گیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا کوفہ کے لئے روانہ ہونا

مسلم جب کوفہ آئے تھے تو یہاں کے باشندوں نے خوش آمدید کہا تھا اور اٹھارہ ہزار کوفیوں نے حضرت حسینؓ کی خلافت اور ان کی حمایت میں جنگ کرنے پر بیعت کی تھی۔ مسلم نے اپنی گرفتاری سے قبل ان ظاہری حالات کو دیکھ کر حضرت حسینؓ کو لکھ بھیجا تھا کہ سارا شہر آپ کا منتظر ہے فوراً تشریف لایئے۔حضرت حسینؓ نے یہ خط پا کر سفر کی تیاریاں شروع کردیں۔ جب آپ کی تیاریوں کی خبر مشہور ہوئی تو تمام مخلصوں نے آپ کو روکنے کی کوشش کی اور کہا کہ ان لوگوں نے پہلے حضرت علیؓ سے غداری کی اور پھر آپ کے بھائی کے ساتھ جو سلوک کیا وہ آپ کے سامنے ہے علاوہ ازیں وہاں حاکم بھی شامی ہی ہے۔ ان روکنے والوں میں عمرو بن عبدالرحمٰن، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ آپ نے فرمایا اگر میں حرم سے ایک بالشت بھی باہر قتل کیا جاؤں تو وہ مجھے حرم میں قتل ہونے سے زیادہ پسند ہے اور کسی طرح حرم میں قیام کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ آپ نے سفر شروع کیا اور جب صفاح پہنچے جہاں فرزدق شاعر ملا۔ آپ نے اس سے عراق کے حالات پوچھے۔ اس نے کہا آپ نے ایک باخبر شخص سے حال پوچھا ہے لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن جعفر کا خط

راستہ میں عبداللہ بن جعفر کا خط ملا کہ میں خدا کا واسطہ دلاتا ہوں۔ خط ملتے ہی فوراً واپس لوٹ جایئے مجھے ڈر ہے کہ جہاں آپ جا رہے ہیں وہاں آپ کی ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کی بربادی ہے اور عمرو بن سعید حاکم مکہ سے امان کا خط بھی لکھوایا پڑھ کر فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول

اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے اس میں آپ نے مجھے ایک حکم دیا ہے کہ میں اس حکم کو پورا کروں گا خواہ اس کا نتیجہ میرے موافق نکلے یا مخالف عبداللہ اور یحییٰ نے پوچھا کیا خواب تھا؟ فرمایا میں نے اسے نہ کسی سے بیان کیا اور نہ مرتے دم تک بیان کروں گا۔

مسلم بن عقیل کی شہادت کی اطلاع ملنا

آپ کی آمد کی خبر سن کر ابن زیاد نے قادسیہ سے لے کر خفان، قطقطانہ اور جبل لعلع تک سواریوں کا تانتا باندھ دیا تاکہ اہل بیت کا قافلہ کی نقل حرکت کی خبریں دم بدم ملتی رہیں۔حضرت امام حسینؓ نے قیس بن صیدادی کو اپنی آمد کا اطلاعی خط دیا اور کوفہ روانہ کیا لیکن اموی حکام نے انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا جس نے آپ کو قتل کرا کر بلند مقام سے نیچے پھینک دیا۔ مقام ثعلبیہ میں ایک اسدی سے جو کوفہ سے آرہا تھا مسلم کے قتل کی خبر پہنچی۔مسلم کے بھائیوں نے کہا کہ ہم اپنے بھائی کا بدلہ جب تک نہ لے لیں یا قتل نہ کئے جائیں اس وقت تک نہیں لوٹ سکتے لہٰذا حضرت امام حسینؓ نے سفر جاری رکھا۔حضرت حسینؓ کو جب یہ خبریں پہنچیں تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے کہا مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ قیس بن مسہر کے قتل کی دردناک خبریں موصول ہو چکی ہیں ہمارے ساتھیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اس لئے تم میں سے جو شخص لوٹنا چاہے وہ خوشی سے لوٹ سکتا ہے۔ ہماری طرف سے جانے سے اس پر کوئی الزام نہیں۔ یہ سن کر عوام کا ہجوم چھٹنے لگا اور صرف جانثار باقی رہ گئے جو مکہ سے ساتھ آئے تھے۔

عمرو بن سعد کا لشکر کشی اور محاصرہ کرنا

محرم 61ھ کا خون آشام سال شروع ہو چکا تھا۔ ذی چشمہ میں حُر بن یزید بن تمیمی جو حکومت شام کی جانب سے حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو گھیر کر کوفہ لانے کے لئے بھیجا گیا تھا اور حضرت امام حسینؓ کے سامنے قیام کیا۔حُر نے کہا کہ ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ جس جگہ بھی ملاقات ہو اس جگہ سے آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں اور آپ کو ساتھ لے جا کر ابن زیاد کے پاس کوفہ پہنچا دیں۔ آپؓ نے فرمایا میں تمہارا کہنا نہیں مان سکتا۔حُر نے کہا تو پھر میں آپ کو چھوڑ نہیں سکتا مناسب یہ ہے کہ ایسا رستہ اختیار کیا جائے جو نہ کوفہ پہنچائے اور نہ مدینہ واپس کرے اس درمیان میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں اور آپ یزید کو لکھئے۔شاید خدا عافیت کی کوئی صورت پیدا کر دے اور میں آپ کے معاملہ میں آزمائش سے جاؤں۔حُر کے اس مشورہ پر حضرت حسینؓ عذیب اور قادسیہ کے بائیں جانب ہٹ کے چلنے لگے۔حُر بھی ساتھ ساتھ چلا۔ قافلہ نینوہ میں اترا۔حُر ساتھ ساتھ تھا یہاں اس کو ابن زیاد کا فرمان ملا کہ میرے خط کو دیکھتے ہی حسین کو گھیر کر ایسے چٹیل میدان میں لا کر اتارو جہاں کوئی قلعہ اور پانی کا چشمہ وغیرہ نہ ہو۔ حُر نے یہ فرمان حضرت امام حسینؓ کو سنا دیا۔ ابن زیاد نے ابن سعد کو امام حسینؓ کے مقابلہ کے لئے کہا۔عمرو بن سعد نے کہا خدا امیر پر رحم کرے مجھ کو اس خدمت سے معاف رکھا جائے۔ ابن زیاد نے کہا اگر تم کو اس سے عذر ہے تو رَے کی حکومت نہ ملے گی۔ 3 محرم 61ھ کو چار ہزار افواج کے ساتھ ابن سعد نینوہ پہنچا۔ دوسرا حکم یہ پہنچا کہ حسین رضی اللہ عنہٗ اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کر دو۔ اس حکم پر ابن سعد نے پانچ سو سواروں کا ایک دستہ فرات پر پانی روکنے کے لئے متعین کر دیا۔ اس دستہ نے ساتویں محرم سے پانی روک دیا۔ جب حسینی لشکر پر پیاس کا غلبہ ہوا تو حضرت حسینؓ نے اپنے سوتیلے بھائی عباس بن علیؓ کو تیس سواروں اور بیس پیادوں کے ساتھ پانی لینے بھیجا۔ یہ چشمے پر پہنچے تو عمرو بن حجاج مزاحم ہوا لیکن عباس نے مقابلہ کر کے ہٹا دیا اور پیادوں نے ریلا کر کے مشقیں بھر لیں اور واپس آ گئے۔

ابن سعد دنیاوی جاہ و حشم کی طمع میں حضرت حسینؓ سے لڑنے پر آمادہ ہوگیا تھا پھر بھی اس کا دل برابر ملامت کر رہا تھا۔ اس لئے برابر جنگ ٹالتا رہا کہ کسی طرح اس گناہ عظیم سے بچنے کی کوئی صورت نکل آئے۔ ابن زیاد نے نہایت سخت فرمان بھیجا کہ یا تو فوراً حملہ کرو یا فوج ذی الجوشن کے حوالہ کر کے الگ ہو جاؤ۔ ابن سعد کے ضمیر میں اب بھی کشمکش جاری تھی لیکن رَے کی حکومت نہیں چھوڑی جاتی تھی اس لئے نفس غالب آ گیا اور وہ اس بارِ عظیم کو اٹھانے کے لئے آمادہ ہوگیا۔ 9 محرم کو عصر کے وقت ابن سعد کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت حسینؓ کی فرودگاہ پر آیا اور کہا کہ ہم فلاں فلاں مقصد کے لئے آئے ہیں جس میں آغاز جنگ کی طرف اشارہ تھا۔حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ رات بھر کی اور مہلت دے دو تا کہ اس آخری رات کو دعائیں مانگ لیں اور توبہ و استغفار کر لیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ کا خطبہ

ان لوگوں کی واپسی کے بعد امام حسینؓ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے یہ خطبہ دیا:

’’میں خدا کا بہترین ثناء خواں ہوں اور مصیبت اور راحت ہر حال میں اس کا شکر گزار ہوں۔ خدایا میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے ہم لوگوں کو نبوت سے سرفراز کیا۔ ہم کو قرآن سکھایا اور دین میں فہم عطا کیا اب ہمیں اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرما۔ امّا بعد مجھے کسی کے ساتھی اپنے ساتھیوں سے زیادہ وفادار اور کسی کے اہل اپنے اہل بیت سے زیادہ نیکو کار اور صلہ رحمی کرنے والا کوئی دوسرا معلوم نہیں ہوتا۔ خدا تم لوگوں کو میری طرف سے جزائے خیر دے۔ میں تم لوگوں کو بخوشی واپس جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ میری طرف سے کوئی ملامت نہ ہوگی۔ رات ہو چکی ہے۔ ایک ایک اونٹ لے لو اور ایک ایک آدمی میرے ایک ایک اہل بیت کا ہاتھ پکڑ کے ساتھ لے لے۔ خدا تم سب کو جزائے خیر دے۔ تم لوگ اپنے اپنے شہروں اور دیہاتوں میں چلے جاؤ یہاں تک کہ خدا یہ مصیبت آسان کر دے یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ لوگ مجھی کو ڈھونڈیں گے میرے بعد کسی کو تلاش نہ کریں گے‘‘

سب اعزہ نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ ہم صرف اس لئے چلے جائیں کہ آپ کے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہم کو یہ دن نہ دکھائے۔ اس کے جواب پر حضرت حسینؓ نے بنوعقیل سے فرمایا کہ مسلم کا قتل تمہارے لئے بہت ہو چکا اس لئے تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تم لوگ لوٹ جاؤ۔ لیکن باحمیت بھائیوں نے جواب دیا کہ ہم لوگوں کو کیا جواب دیں گے کہ اپنے سردار اپنے آقا اور اپنے چچا کے بیٹے کو چھوڑ آئے ایک تیر بھی نہ چلایا، ایک نیزہ بھی نہ مارا اور تلوار کا ایک وار بھی نہ کیا اور معلوم نہیں کہ ان کا کیا حشر ہوا۔ خدا کی قسم ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے۔حضرت امام حسینؓ نے رات جان دینے کے لئے تیاریاں شروع کیں۔ چنانچہ آپ نے منتشر خیموں کو ایک جگہ ترتیب سے نصب کروایا۔ پشت پر خندق کھدوا کر آگ جلا دی کہ دشمن عقب سے حملہ آور نہ ہوسکیں۔ اگلے دن صبح یہ بہتّر جان نثار میدان مقابلہ میں آئے۔ دوسری طرف چار ہزار شامی تھے۔فوج کے قریب جا کر حضرت امام حسینؓ نے بطور اتمام حجت فرمایا لوگو! میرے نسب پر غور کرو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنے آپ کو ملامت کرو خیال کرو کہ میرا قتل اور میری آبرو ریزی تمہارے لئے زیبا ہے کہ کیا میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا تم کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے اور میرے بھائی کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ جنت کے سردار ہوں گے۔ خدا کی قسم! آج مشرق سے لے کر مغرب میں روئے زمین پر تم میں اور کسی غیر قوم میں بھی میرے سوا کسی نبی کا نواسہ موجود نہیں۔ مجھے بتاؤ کہ تم لوگ میرے خون کے کیوں خواستگار ہو؟ کیا میں نے کسی کا قتل کیا ہے، کسی کا مال لوٹا ہے؟ کسی کو زخمی کیا ہے؟ تمہی لوگوں نے مجھے بلایا تھا۔لوگو! تم پر میرا آنا ناگوار ہے تو مجھے چھوڑ دو تا کہ میں کسی پُر امن خطہ کی طرف چلا جاؤں‘‘

حُر کا لشکرِ حسینی رضی اللہ عنہٗ میں شامل ہونا

اس تقریر کے بعد آپ سواری بٹھا کر اتر پڑے اور شامی آپ کی طرف بڑھے۔ظہیر بن قیس نے شامیوں کے سامنے بڑی پُر جوش تقریر کی اور کہا کہ حضرت امام حسینؓ کا معاملہ ان کے اور ان کے چچا کے بیٹے یزید پر چھوڑ دو۔ وہ حسینؓ کو قتل نہ کرنے کی صورت میں تم سے زیادہ رضامند ہوگا اور باآواز بلند کوفیوں سے خطاب کیا کہ تم ابن زیاد سنگدل ظالم کے فریب میں نہ آؤ۔ خدا کی قسم! جو لوگ حضرت محمد ﷺ کی اولاد اور اہل بیت کا خون بہائیں گے وہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے محروم رہیں گے۔ سوائے ایک شخص کے کسی پر باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا اور وہ شخص حُر تھے۔ عین اس وقت جب جنگ شروع ہونے پہ تھی آپ کوفی فوج کا ساتھ چھوڑ کر حضرت امام حسینؓ کی فوج میں چلے آئے۔

باقاعدہ جنگ کا آغاز

ابن سعد علم لے کر آگے بڑھا اور پہلا تیر چلا کر اعلان جنگ کر دیا۔ پہلے ایک ایک شخص مقابلہ کے لئے نکلتا تھا مگر شامی لشکر سے جو نکلا وہ بچ کر نہ گیا اس لئے عمرو بن سعد نے فرداً فرداً مبارزت سے روک دیا اور عام جنگ کا آغاز ہوگیا۔ دوپہر تک بڑی پُرزور جنگ ہوئی۔ شمع امامت کے بہت سے پروانے فدا ہو گئے اور صرف چند جان نثار باقی رہ گئے۔ظہر کے بعد دوبارہ گھمسان کا رَن پڑا اور سارے فدایان ایک ایک کر کے جام شہادت نوش کر گئے۔ اب اہل بیت کی باری آئی اور سب سے اول حضرت امام حسینؓ کے بیٹے اختر علی اکبر میدان میں آئے۔مرّہ نے تاک کر کے ایسا نیزہ مارا کہ جسم اطہر میں پیوست ہو گیا۔ نیزہ لگتے ہی شامی ہر طرف ٹوٹ پڑے اور آپ کے جسم مطہر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ یہ بھی عجیب بے کسی کا عالم تھا کہ تما اعزہ اور اقرباء شہید ہو چکے ہیں۔ ایک طرف جان نثاروں کی تڑپتی ہوئی لاشیں ہیں اور دوسری طرف جوان بیٹے کا پاش پاش بدن ہے۔ تیسری طرف زینب خستہ حال پر غشی طاری ہے۔ اب اس بے کسی کے عالم میں کبھی علی اکبر کی لاش کو دیکھتے ہیں اور کبھی آسمان کی طرف نظر اٹھاتے ہیں کہ آج تیرے وفادار بندہ نے تیری راہ میں سب سے بڑی نذر پیش کر کے سنت ابراہیمی پوری کی تو اسے قبول فرما۔ اس کے بعد باری باری مسلم بن عقیلؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ، جعفر طیارؓ کے پوتے علیؓ، عقیلؓ کے صاحبزادے عبدالرحمنؓ اور محمد بن عقیلؓ، حضرت حسنؓ کے صاحبزادے قاسم اور ابوبکر، حضرت حسنین کے بھائی عبداللہ جعفر، عثمان اور عباس شہید ہوئے اور اب اہل بیت میں خود حضرت امام حسینؓ اور حضرت زین العابدینؓ جو بیمار تھے رہ گئے۔

تاریخ کے آئینہ میں

ایک وہ وقت تھا کہ رسول اللہ ﷺ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تھے۔ دشمنان اسلام کی ساری قوتیں پاش پاش

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ہو چکی تھیں۔ رحمت عالم کے دامن عفو وکرم کے علاوہ ان کے لئے کوئی جائے پناہ باقی نہ رہ گئی تھی۔ اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ابو سفیان جیسے مجرم کے ساتھ حضور ﷺ نے یہ سلوک کیا کہ فرمایا من دخل دار ابی سفیان فھو امن دوسری طرف باون برس کے بعد زمانہ کا رخ بدلتا ہے۔ ایک طرف انہی ابوسفیان کے پوتے عبید اللہ بن زیاد کی طاغوتی طاقتیں ہیں اور دوسری طرف رحمت اللعالمین کی ستم رسیدہ اولاد ہے۔ جگر گوشہ رسول کے سامنے گھر بھر کی لاشیں تڑپ رہی ہیں۔ اعزہ قتل پر آنکھیں خون بار ہیں۔ بھائیوں کی شہادت پر سینہ وقف ماتم ہے۔ جوان مرگ لڑکوں اور بھتیجوں کی موت پر دل فگار ہے لیکن جگر گوشہ رسول کے لئے امان نہیں۔ آج وہی تلواریں جو فتح مکہ میں مفتوح ہو چکی تھیں۔ دشتِ کربلا میں نوجوانانِ اہل بیت کا خون پی کر بھی سیر نہیں ہوئیں اور حسینؓ کے خون کی پیاسی ہیں۔

شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

بالآخر وہ قیامت خیز ساعت بھی آ گئی کہ حضرت حسینؓ میدان میں آئے اور شامی فوج کی طرف بڑھے۔ کوفیوں کے لئے آپ کا کام تمام کر دینا آسان تھا لیکن وہ لاکھ سنگدل اور جفاپیشہ سہی، پھر بھی مسلمان تھے اس لئے جگر گوشہ رسول کا بارِ عظیم اپنے سر نہ لینا چاہتے تھے۔ ہمت کر کے بڑھتے تھے لیکن جرأت نہ پڑتی تھی۔ ضمیر ملامت کرتا تھا اور پلٹ جاتے تھے۔ حضرت حسینؓ کی پیاس لحظہ بہ لحظہ بڑھتی جاتی تھی۔ آخر جب پیاس کی شدت ناقابلِ برداشت ہوگئی تو نرغہ اعداء سے فرات کی طرف بڑھے۔ پانی لے کر پینا چاہتے تھے کہ حصین بن نمیر نے ایسا تیر مارا کہ دہنِ مبارک سے خون کا فوارہ پھوٹ نکلا۔ آپ نے چلو میں پانی لے کر آسمان کی طرف اچھالا۔ فرمایا کہ خدایا! جو کچھ تیرے نبی کے نواسے کے ساتھ کیا جا رہا ہے اس کا شکوہ تجھی سے کرتا ہوں۔ اس کے بعد شامیوں نے حضرت امام حسینؓ کو گھیر لیا۔ آپ کو محصور دیکھ کر اہل بیت کے خیمہ سے ایک بچہ دوڑتا ہوا نکل آیا اور بحیر بن کعب سے جو حضرت حسینؓ کی طرف بڑھ رہا تھا معصومانہ انداز سے کہا۔ خبیث عورت کے بچے کیا میرے چچا کو قتل کرے گا۔ اس نے بچہ پر وار کیا اور ہاتھ کٹ گیا۔ حضرت حسینؓ نے بچہ کو نیم بسمل دیکھ کر سینہ سے چمٹا لیا۔ کسی سنگدل نے ایسا تیر مارا کہ بچہ تڑپ کر رہ گیا۔ حضرت حسینؓ کی حالت لحظہ بہ لحظہ غیر ہوتی جا رہی تھی۔ لیکن کسی کو شہید کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ ایک شخص نے تیر مارا۔ تیر گردن میں آ کر بیٹھ گیا۔ امام نے اس کو اپنے ہاتھ سے نکال کر الگ کیا۔ شخص نے پہلے بائیں ہاتھ پر اور پھر گردن پر وار کیا اور امام حسینؓ بالکل نڈھال ہو گئے اعضاء جواب دے گئے اور کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی۔ آپ اٹھتے تھے اور سکت نہ پا کر گر پڑتے تھے۔ سنان بن انس نے کھینچ کر ایسا نیزہ مارا کہ آپ شہید ہو گئے۔ اسی بدبخت نے آپ کا سر جسم اطہر سے جدا کر دیا اور یہ دن دس محرم الحرام 61ھ بمطابق ستمبر 681ء تھا۔

حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک یزید کے سامنے پیش کیا جانا

اس بہیمانہ شقاوت کے بعد لٹیرے پردہ نشینان عفاف کے خیموں کی طرف بڑھے اور اہل بیت کا کل سامان لوٹ لیا۔ ابھی ایک صاحبزادے زین العابدین باقی تھے۔ عمرو بن سعد نے کہا خبردار کوئی شخص خیموں میں نہ جائے اور نہ اس بیمار کو ہاتھ لگائے۔ شہادت کے دوسرے یا تیسرے روز غاضریہ کے باشندوں نے لاشیں دفن کیں۔ ابنِ سعد نے قافلہ کوفہ لے جا کر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا۔ ابن زیاد نے اہل بیت کے حالات اور شہداء کے سروں کا معائنہ کر کے انہیں شام روانہ کر دیا۔ جب حضرت امام حسینؓ اور دوسرے شہداء کے سر یزید کے سامنے پیش کئے گئے تو اس نے حضرت امام حسینؓ کے سر پر ایک نگاہ ڈالی اور ایک شعر پڑھ کر کہا کہ خدا کی قسم! حسینؓ اگر میں تمہارے ساتھ ہوتا تو تم کو قتل نہ کرتا۔ پھر عورتوں اور بچوں کو بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اس وقت یہ سب ابتر حالت میں تھے۔ یزید نے ان کی حالت کو دیکھ کر کہا: خدا ابن مرجانہ (ابن زیاد) کا بُرا کرے۔ اگر اس کے اور تمہارے درمیان قرابت ہوتی تو تمہارے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا۔ یزید نے لوٹے ہوئے سامان کی پوری پوری تلافی کی بلکہ دو نا مال دلوایا۔ چند دن قیام کے بعد اس نے اہل بیت کو مدینہ بھجوا دیا۔

حَکم وعدل حضرت مسیح موعودؑ کا فیصلہ

حضرت مسیح موعودؑ نے یزید کو ''یزید پلید'' کہا ہے۔ آپ نے ایک اشتہار شائع کیا اور فرمایا:

''واضح ہو کہ کسی شخص کے ایک کارڈ کے ذریعہ سے مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض نادان آدمی جو اپنے تئیں میری جماعت کی طرف منسوب کرتے ہیں، حضرت امامؑ کی نسبت یہ کلمات منہ پر لاتے ہیں کہ نعوذ باللہ حسینؓ بوجہ اس کے کہ اس نے خلیفہ وقت یعنی یزید سے بیعت نہیں کی باغی تھا اور یزید حق پر تھا۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ مجھے امید نہیں کہ میری جماعت کے کسی راستباز کے منہ پر ایسے خبیث الفاظ نکلے ہوں۔ مگر ساتھ اس کے مجھے یہ بھی دل میں خیال گزرتا ہے کہ چونکہ اکثر شیعہ نے اپنے ورد تبرّا اور لعن وطعن میں مجھے بھی شریک کر لیا ہے اس لئے کچھ تعجب نہیں کہ کسی نادان بے تمیز نے سفیہانہ بات کے جواب میں سفیہانہ بات کہہ دی ہو۔ جیسا کہ بعض جاہل مسلمان کسی عیسائی کی بدزبانی کے مقابل پر جو آنحضرت ﷺ کی شان میں کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کچھ سخت الفاظ کہہ دیتے ہیں۔ بہر حال مَیں اس اشتہار کے ذریعہ اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دُنیا کا کیڑہ اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنی اس میں موجود نہ تھے مومن بنا کوئی امر سہل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کی نسبت فرماتا ہے قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَ لٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا۔ مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کے لئے اختیار کرتے اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بُت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمال فاسقانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو سب اپنے تئیں دور تر لے جاتے ہیں۔ لیکن بدنصیب یزید کو یہ کہاں حاصل تھیں۔ دُنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔ مگر حسینؓ طاہر مطہّر تھا اور بلاشبہ وہ اُن برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور امام کی تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ میں ایک خوب صورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دُنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کا قدر مگر وہی جو اُن میں سے ہیں۔ دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دُنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی تھی۔ کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسینؓ کی تحقیر کی جائے اور جو شخص حسینؓ یا کسی بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے۔ وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جلّشانہ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے''

25 اگست 2020ء

		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:43	18:43
مدینہ منورہ	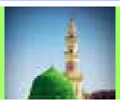	04:39	18:47
قادیان	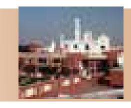	04:34	19:01
ربوہ		04:14	18:41
اسلام آباد ٹلفورڈ	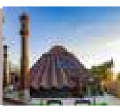	04:36	20:03